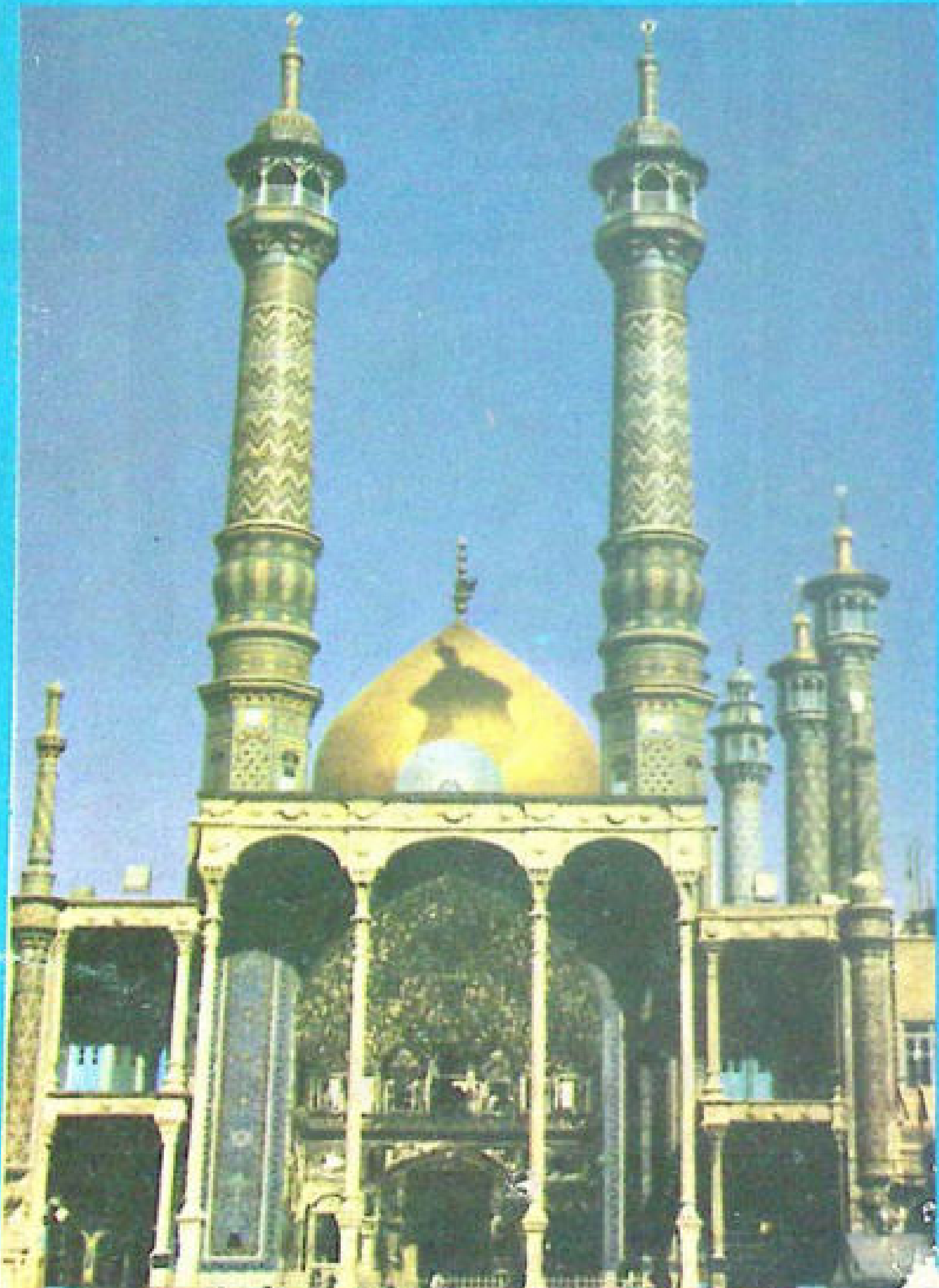
حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا اور شہر مقدس قم



بسم الله الرحمن الرحیم

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا

اور

شہر مقدس قم

تألیف و ترجمہ

نثار احمد زینپوری

نام کتاب : حضرت معصومۂ اور شہر مقدس قم

تالیف : مولانا نثار احمد زینپوری

ناشر : انصاریان پبلیکیشنز

خطاطی : قلبی حسین رضوی کشمیری

سال طبع : جمادی الثانی سنہ ۱۴۱۶ھ

چھاپخانہ : بہمن - قم

تعداد : ۲۰۰۰

فہرست

عرضِ ناشر

حضرت معصومہؑ قم کی زیارت کیلئے یوں تو دنیا کے گوشہ و کنار سے آپ کے چاہنے والے آتے ہیں اور زیارت کے شرف سے مشرف ہو کر اور اس مقدس سرزمین کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرکے واپس جاتے ہیں۔ ان ہی آنے والے زائرین میں اردو طبقہ کے افراد معتد بہ تعداد میں آتے ہیں۔ وہ حضرت معصومہؑ کی اور سرزمین قم کی تاریخ سے واقف ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن اردو میں کوئی کتاب دستیاب نہیں ہوتی۔ وہ ہمارے ہاں آتے ہیں اور اس سلسلہ کی کتاب کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ابھی تک ہمارے یہاں ایسی کوئی کتاب نہیں تھی، چنانچہ معصومہؑ کے زائرین کے خالی ہاتھ لوٹنے سے ہمیں تکلیف ہوتی تھی۔ اس لئے ہم نے احساس کیا کہ اس موضوع پر اردو میں ایک کتاب چھپنی چاہئے۔ اس ضرورت کے پیش نظر ہم نے یہ کام جناب حجۃ الاسلام مولانا نثار احمد زینپوری کے سپرد کیا۔ انہوں نے بڑی محنت اور دقت سے مختلف تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرکے اور کئی ایک اہم مراکز اور کتب خانوں سے رابطہ قائم کرکے حضرت معصومہؑ اور شہر مقدس قم سے متعلق یہ مختصر اور مفید کتاب تالیف کی ہم انکے شکر گزار ہیں۔

امید ہے کہ حضرت معصومہؑ اور ان کے نور نظر حضرت امام مہدیؑ اس ہدیہ کو قبول فرمائیں گے اور روز محشر ہمیں اور مؤلف کو اپنے لطف کرم سے محروم نہ فرمائیں گے۔

ناشر

دیباچہ

قم پاک و پاکیزہ مذہبی اور مقدس شہر ہے۔ ایران کے دارالحکومت تہران سے ۱۳۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر چھوٹے، خشک و سپاٹ مگر مومن کے دل کی طرح صاف پہاڑوں کے درمیان آباد ہے۔ اس کے شمال میں حلگہ، ورامین اور شہر رئے، جنوب میں محلات و دلیجان، مشرق میں کاشان و صحرائے نمک اور مغرب میں آشتیان و تفرش واقع ہیں۔ ضلع کا کل رقبہ ۱۲٫۳۱۶ مربع کلومیٹر (۱۲۳۱۶۰۰ ہیکٹر) ہے۔ آخری اعداد و شمار کے مطابق قم کی آبادی ۱۲ لاکھ کے قریب ہے۔ اس میں دس فیصد مہاجر اور غیر ملکی طلبہ ہیں۔ مہاجرین میں بیشتر افغانی اور عراقی ہیں۔ قم کی ۱۱ فیصد آبادی کو دیہات کی آبادی تشکیل دیتی ہے۔ شہر کا موسم صحرائے نمک سے متصل ہونے کی بنا پر گرم رہتا ہے۔ لیکن اپنے اپنے موسم میں سردی و گرمی اپنا اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ گرمی کے موسم میں اگر کوئی شخص کسی دوسرے ملک سے قم آئے تو گرمی کی شدت کو دیکھ کر وہ یہ تصور نہیں کر سکتا کہ اس سرزمین پر برف باری بھی ہوتی ہے اور اگر سردی کے موسم میں آئے اور برف باری دیکھ لے تو یہ نہیں سوچ سکتا کہ یہاں گرمی بھی ہوتی ہے۔ البتہ بہار کا

موسم نہایت سہانا اور معتدل ہوتا ہے۔ ضلع قم کے ان علاقوں کا موسم ٹھنڈا رہتا ہے جو اونچے اونچے پہاڑوں سے نزدیک ہیں۔ ایسے علاقوں کی ہوا خصوصاً اس وقت مزید سرد ہو جاتی ہے جب دریائے اطلس اور میڈیٹرانہ سے بادل اٹھ کر ان مناطق میں بارش برساتے ہیں۔ سالانہ بارش کی مقدار کا ٹھیک اوسط کتنا ہوتا ہے؟ یہ نہیں بتایا جا سکتا۔ شہر اور مضافاتی علاقوں کی بارش کے اوسط میں بہت زیادہ فرق ہے لیکن تخمینہ لگانے والوں نے ۲ و۱۴۴ ملی میٹر بتایا ہے۔ اس طرح سال بھر میں ۱۲۰ ملی میٹر بارش ہوتی ہے۔

ماضی بعید میں قم موجودہ شہر کے مشرق میں آباد تھا اور اس میں عرب ممالک سے آئے ہوئے دو قبیلے مذحج اور ایران کے شیعہ مسلمان ہی آباد تھے دوسرے مذاہب کے ماننے والے یہاں کبھی آباد نہیں تھے۔ البتہ قم سے نزدیک زرتشتیوں کا ایک گاؤں آباد تھا کہ جن سے معرکہ آرائی ہوتی رہتی تھی۔ دوسری طرف اصفہان میں بسنے والے احناف بھی قم پر حملہ آور ہوتے تھے اور شیعیانِ علیؑ بھی مستقل اپنا دفاع کرتے تھے اور قم چونکہ ایران کے دو بڑے شہروں کے درمیان واقع ہے۔ اس لئے بیرونی حملہ آوروں کے حملوں سے کبھی محفوظ نہیں رہا ہے چنانچہ ساتویں صدی میں جب مغلوں نے ایران پر حملہ کیا اور کامیابی حاصل کرتے ہوئے اصفہان کی طرف بڑھے تو قم کو بھی انہوں نے اپنے مظالم کا نشانہ بنایا اور قتل و غارت گری میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ اس کے بعد تیموریوں نے ایران پر یورش کی تو انہوں نے بھی قم کو نیست و نابود کر دیا۔ نویں صدی میں قم دوبارہ ایک چھوٹی سی آبادی کی صورت میں ابھرا اور صفیوں کے

زمانۂ حکومت میں مزید ترقی پائی۔ لیکن افغانیوں کے فتنہ میں پھر قم متاثر ہوا۔ محمود اور اس کے بعد اشرف افغان نے اپنی طرف سے قلیخان اور پیکر خان کو قم کا حاکم بنایا۔ انہوں نے حفظ و نگہبانی کے لحاظ سے کچھ تعمیری کام انجام دیئے اور قم کی چاروں سمتوں میں چار دروازے۔ شمال کی سمت میں دروازۂ رے، جنوب و قبلہ کی سمت میں دروازۂ قلعہ، مشرق کی سمت میں دروازۂ کاشان اور مغرب کی سمت میں دروازۂ خاک فرج تعمیر کرائے جب نادر شاہ نے عروج پایا اور ایران سے افغانیوں کے قدم اکھاڑ دیئے تو قم سے قلیخان اور پیکر خان بھی فرار کر گئے۔

فتح علی شاہ قاجار کے زمانۂ حکومت میں قم دوبارہ آباد ہوا۔ ایک انگریز نے لکھا ہے کہ مذکورہ بادشاہ نے تخت حکومت پر پہنچنے سے قبل یہ نذر کی تھی کہ وہ بادشاہ بن گیا تو اہل قم سے خراج وصول نہیں کرے گا اور اسے ترقی دیگا چنانچہ جب وہ تخت حکومت پر متمکن ہوا تو پہلی نذر تو اس نے وفا نہ کی اور قم والوں سے خراج وصول کیا لیکن قم کو ترقی دی اور حرم معصومہ کی تجدید کی۔ محمد شاہ کے زمانہ میں قم پھر متاثر ہوا۔ خرابات میں تبدیل ہو گیا اور ناصر الدین شاہ کی حکومت کے زمانہ میں پھر سے رونق پائی۔

۱۳۳۲ھ میں دریائے قم میں طغیانی آگئی اور قم کا بڑا حصہ سیلاب سے تباہ ہو گیا اور بہت سے لوگ جاں بحق ہوئے۔ کہتے ہیں کہ اس سال شاہ صفی نے اہل قم سے خراج نہیں وصول کیا تھا۔ ۱۳۱۳ھ ش میں دریائے قم میں پھر طغیان آگیا اور قم کے تین چار محلوں؛ شہر نو، کوچہ حرم، خندق، دروازۂ قلعہ وغیرہ کو تہدید

نقصان پہنچا، لوگوں نے حرم معصومہؑ میں پناہ لی لیکن مکانات نہ بچ سکے۔ زمانہ گزرتا رہا اور قم حوادث سے دوچار ہوتا رہا۔ بادشاہان وقت کے مظالم کو برداشت کرتا رہا ــــ معصومہؑ کے طفیل میں قم کا نصیب بیدار ہوا اور ۱۳۴۰ھ ق میں آیت اللہ عبدالکریم حائری نے حوزۂ علمیہ قم کی تاسیس کی جس سے اس شہر کی شہرت و عظمت میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ دور دراز سے طلبہ و علماء قم آنے لگے اور ہر ایک اس مقدس شہر کی رونق افزائی اور عروج پر پہنچانے کی کوشش میں مشغول ہوا۔ لیکن حکومت وقت نے قم کو اپنے کسی ترقیاتی منصوبہ میں بھی شامل نہیں کیا اور اہل قم کو حکومت کی طرف سے کوئی مراعات نہ دی گئی۔ ہاں جب شاہ نے بے پردگی کو رواج دینا شروع کیا تو علما نے اس کی مخالفت کی اور اسے شریعت کے خلاف قرار دیا علما کے اس اقدام سے رضاخان بوکھلا گیا اور خود قم پہنچا اور صحن حرم معصومہؑ میں علماء کی ہتک کی۔ آیت اللہ العظمیٰ حائریؒ اس ڈکٹیٹر کے منصوبہ کو سمجھ گئے کہ وہ قم کو جوکہ اپنی ترقی کے ابتدائی مراحل طے کر رہا ہے، بمباری کر کے تباہ کرنا چاہتا ہے اور یہاں سے علما کے قدم اکھاڑ دینا چاہتا ہے۔ لہٰذا آپ نے حکم دیا کہ خاموشی اختیار کرو۔ سب نے اطاعت کی اور وقتی طور پر فساد رک گیا۔

آیت اللہ عبدالکریم حائری کی وفات کے بعد آیت اللہ بروجردیؒ نے قم کے فروغ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اس کی ثقافتی، تہذیبی اور علمی ترقی کے لئے ہمہ تن کوشاں رہے۔ مدارس، مساجد، ہسپتال وغیرہ تعمیر کرائے لیکن اس سلسلہ میں حکومت نے کوئی مدد نہ کی صرف قوم کی اعانت سے یہ سب کام انجام پاتے تھے اور علماء اس قدر احتیاط سے کام لیتے تھے کہ بعض کے انتقال کے بعد

اہل وعیال کے پاس نان شبینہ کے لئے ابھی پیسہ نہ تھا اور بعض تو دنیا سے مقروض گئے ہیں۔ ان کے بعد اولاد نے قرض ادا کیا ہے۔ ایسے خلوص پیکر علما کی سعی مشکور سے حوزۂ علمیہ قم کی فعالیت میں اضافہ ہوا، شہر کو استحکام ملا، اہل قم کے حوصلہ و اعتماد میں پختگی آئی اور یہ شہر مقدس علماء تشیع کا مرکز بن کر ابھرا۔ اس مادر علمی کے دامن میں ابنائے ملت تربیت پانے لگے اور انھیں مادر علمی کے ساتھ مادر وطن کے حق کی ادائیگی کا بھی شدید احساس ہونے لگا۔ ادھر حوزۂ علمیہ قم کے علماء، اساتذہ و طلبہ نے فیضیہ سے مادر وطن کے تحفظ کے سلسلہ میں امام خمینیؒ کی قیادت میں تحریک کا آغاز کیا۔ ۱۹۶۳ء میں شاہ کی فوج نے مدرسۂ فیضیہ پر یلغار کر دی اور بہت سے طلبہ کو خاک و خون میں غلطاں کر دیا۔ ظالم اپنے ظلم کی پردہ پوشی کے لئے مدرسۂ فیضیہ کی مرمت کرانا چاہتا تھا لیکن آیت اللہ العظمٰی امام خمینیؒ نے اجازت نہیں دی اور اسی کھنڈر میں شہیدوں کا چہلم منایا گیا۔

مدرسۂ فیضیہ پر شاہ کی فوج کے اس سفاکانہ حملہ کا اصل مقصد یہ تھا کہ قم سے طلبہ کو فرار کرنے پر مجبور کر دیا جائے تاکہ وہاں سے دینی و مذہبی پیرائے میں کوئی تحریک نہ چلائی جا سکے اور شاہ کے کسی بھی اقدام کے خلاف کوئی آواز بلند نہ ہو سکے لیکن اس مادر علمی نے ایسے ہی استبدادی زمانہ کے لئے بوذرؓ و سلمانؓ اشتر و عمار کے حوصلہ و جذبے عطا کئے تھے۔ ان میں حق شناسی، حق طلبی، حق گوئی کا جو ہر پیدا کیا تھا وہ چاپلوسی اور گدائی کی صورت میں اپنے حق کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتے تھے ان کو تو صرف یہ تعلیم دی گئی تھی ؎

ید بیضا کو بناؤ نہ گدا کا کشکول ؛ وقت فرعونؑ جب ضرب عصا سے مانگو

انہوں نے اپنے خون میں نہا کر اپنی جان کی بازی لگا کر مادر علمی و مادر وطن کا حق دلایا چنانچہ آج وطن کو آزادی اور حوزۂ علمیہ کو فروغ ملا ہے یہ رونقیں، سہولتیں، جمہوریت، حوزۂ علمیہ کی راہ کا کھلنا وہاں بے خوف وخطر رہ کر تعلیم حاصل کرنا اور ان کے ذریعہ سے جو دنیا کے گوشہ وکنار میں علمی آواز پہنچتی ہے یہ سب چیزیں شہیدوں کے خون کی رہین منت ہیں۔

اب انشاء اللہ اسلامی جمہوریہ ایران اور حوزہ علمیہ قم کسی غنیم کی یورش اور کسی سیلاب کی طغیانی سے متاثر نہیں ہوگا اور اس مادر علمی کی فعالیت تا ظہور امام مہدیؑ جاری رہے گی۔

نثار احمد زینپوری

فضیلتِ قم

وجہ تسمیہ

قم کا علاقہ چونکہ ایک لق و دق بے آب وگیاہ صحراء سے متصل ہے۔ اس لئے اس شہر کی آب و ہوا بہت اچھی نہیں ہے۔ بعض صاحبان علم کا قول ہے کہ خدا نے اس مقدس شہر کو ظالم و جابر سے محفوظ رکھنے کے لئے یہاں کی آب و ہوا کو مرغوب نہیں بنایا۔ چنانچہ قم میں کبھی ظالم و جابر نے رہائش اختیار نہیں کی ہے۔

موجودہ قم، آج جہاں آباد ہے، ماضی بعید میں وہاں آباد نہیں تھا اور کسی منصوبہ کے تحت نہیں بسا تھا بلکہ سرسبز علاقہ اور مجمع البحرین ہونے کی وجہ سے صحرا نشین اور چرواہوں نے مستقل رہائش کے لئے گھر بنالئے تھے، ان گھروں کو "کومہ" کہتے تھے۔ یہی لفظ کومہ کثرتِ استعمال سے "کُم" ہوگیا پھر جب اسے معرب کیا تو "قم" بن گیا تھا۔

ایک شیعہ روایت میں ہے کہ رسول خداؐ معراج پر تشریف لے گئے تو اس مقدس شہر کی سرزمین پر ابلیس ملعون کو دو زانو اور افسوس کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا

تو آپ نے فرمایا: "قـم یاملعون" ملعون یہاں سے اٹھ جا۔ اس لئے اس شہر کو قم کہا جانے لگا۔[1]

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں اہل رَے کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ نے فرمایا: جب طوفانِ نوح کی کشتی اس سرزمین پر پہنچی تو ٹھہر گئی۔ یہ زمین بیت المقدس کی زمین کا ایک ٹکڑا ہے اسی لئے قم کو "قـم" کہا جانے لگا۔

قم کی فضیلت

قم اور اہل قم کی فضیلت میں رسول اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ سے بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

الا انّ للہ حرمًا و ھو مکۃ الا انّ لرسول اللہ حرمًا و ھو المدینۃ الا انّ لامیر المومنین حرمًا و ھو الکوفۃ الا انّ حرمی و حرم ولدی من بعدی قم الا انّ قم کوفۃ صغیرۃ الا انّ للجنۃ ثمانیۃ ابواب ثلٰثۃ منھا الیٰ قم تقبض فیھا امراۃ ھی من ولدی و اسمھا فاطمۃ بنت موسیٰ ید خل بشفاعتھا شیعتی الجنۃ باجمعھم۔

---

[1] بحار الانوار

آگاہ ہو جاؤ خدا کا ایک حرم ہے اور وہ ہے مکہ اور رسول اسلام کا حرم مدینہ ہے اور حضرت علیؑ کا حرم کوفہ (نجف) ہے میرا اور میری اولاد کا حرم قم ہے۔ قم چھوٹا کوفہ (نجف) ہے۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے تین دروازے قم کی طرف کھلتے ہیں۔ میری اولاد میں سے ایک خاتون، فاطمہ بنت موسیٰ قم میں وفات پائے گی کہ جس کی شفاعت سے میرے شیعہ جنت میں داخل ہوں گے۔

آپ کا ارشاد ہے:

اذا عمت البلدان الفتن والبلایا فعلیکم بقم وحوالیھا و نواحیھا فان البلا بامدفوع عنھا۔

جب شہروں میں فتنہ پھیل جائیں تو تم قم اور اس کے اطراف واکناف میں پناہ لینا کیونکہ قم میں بلا کا گزر نہیں ہوگا۔

امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

للجنۃ ثمانیۃ ابواب فثلث منھا الیٰ اھل قم فطوبیٰ لھم ثم طوبیٰ لھم۔

جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں سے تین اہل قم کی طرف کھلتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ درحقیقت وہ خوش نصیب ہیں۔

حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

سلام اللہ علی اھل قم و رحمۃ اللہ علی اھل قم سقی اللہ بلادھم الغیث و ینزل علیھم البرکات فیبدل سیاتھم حسنات ھم اھل رکوع وخشوع و سجود وقیام وصیام ھم الفقھاء العلماء الفھماء ھم اھل الدین والولایۃ وحسن العبادۃ صلوٰت اللہ علیھم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

قم والوں پر خدا کا سلام و درود ہو قم والوں کے شہروں کو خدا سیراب کرے اور ان پر برکات نازل کرتا ہے اور ان کی برائیوں کو حسنات سے بدلتا ہے وہی رکوع ، سجود ، خشوع و سجود قیام والے اور روزہ دار ہیں ۔ وہی فقہا ، علماء اور بافہم ہیں وہی صاحبان دین وولایت اور اچھی عبادت کرنے والے ہیں خدا ان پر سلام و درود اور رحمت نازل کرے ۔

قم کی فضیلت و قدامت کے سلسلے میں متواتر روایات وارد ہوئی ہیں ۔ چنانچہ قم کو عش وحرم اہل بیت سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

امام جعفر صادق کا ارشاد ہے :

تربۃ قم مقدسۃ واھلھا منا ونحن منھم۔ لا یرید ھم جبار الا عجلت عقوبتہ مالم یخونوا اخوانھم فاذا فعلوا ذالک

سلط اللّٰه علیهم جبابرة سوٰ اما انهم انصار قائمنا و دعاة حقنا ...[1]

قم کی خاک مقدس و مطہر ہے۔ اس کے باشندے ہم میں سے ہیں جو ظالم و جابران کی طرف بڑھنے کا ارادہ کرتا ہے اس کی گوشمالی میں عجلت ہوجاتی ہے۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ مومن اپنے بھائیوں سے خیانت نہیں کرتے ہیں۔ اور جب خیانت کریں گے تو خدا ان پر برے ظالموں کو مسلط کرے گا۔ واضح رہے قم والے ہمارے قائمؑ کے ناصر و مددگار اور ہمارے حق کے مبلغ ہیں۔

اس کے بعد آسمان کی طرف رخ کر کے فرمایا:

اللّٰهم اعصمهم من کل فتنه و نجهم من کل هلکة۔

اے اللہ انھیں ہر فتنے سے محفوظ رکھ اور ہر خطرے سے بچا لے[2]

قم عش آل محمد و ماویٰ شیعتهم و لکن سیهلک جماعة من شبابهم بمعصیة

---

[1] بحار الانوار ج ۶ ص ۲۱۸، سفینۃ البحار ج ۲ ص ۴۴۷

[2] تاریخ قم ص ۹۳ منقول از کریمہ اہلبیت

اٰبائهم والاستخفاف والسخرية بكبرائهم ومشائخهم مع ذالك يدفع الله عنهم شر الاعادي وكل سوء۔[1]

قم آلِ محمدؐ کا گھر اور ان کا اتباع کرنے والوں کی پناہ گاہ ہے۔ لیکن کچھ جوان اپنے بزرگوں کی نافرمانی، مسخرہ بازی اور بزرگوں کی تعظیم نہ کرنے کی پاداش میں ہلاک ہوں گے۔ اس کے باوجود خدا انھیں دشمنوں کے شر سے بچائے گا اور ان سے ہر برائی کو دور رکھے گا۔

آپؑ ہی کا ارشاد ہے:

اهل خراسان اعلامنا واهل قم انصارنا واهل الكوفة اوتادنا واهل هذا السواد منا ونحن منهم۔[2]

اہلِ خراسان ہمارے سرخیل ہیں، قم والے ہمارے انصار ومعین ہیں اور کوفہ والے ہمارے پشت پناہ ہیں۔

نیز فرمایا:

اذا اصابتكم بلية وعناء فعليكم بقم فانها

---

[1] بحار الانوار ج ۶۰ ص ۲۱۴، سفینۃ البحار ج ۲ ص ۴۴۶، تاریخ قم ص ۹۸ منقول از حضرت معصومہ

[2] تاریخ قم ص ۹۸

مأوی الفاطمیین و مستراح المومنین و سیأتی زمان ینفر اولیاءنا و محبونا عنا و یبعدون منا و ذالک مصلحۃ لھم لکن لا یعرفوا بولایتنا یحقنوا بذالک دمائھم و اموالھم۔ و ما اراد احد بقم واھلھا سوءً الا اذلہ اللہ ابعدہ من رحمتہٗ[1]

جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو قم پہنچ جاؤ کیونکہ وہ فاطمیوں کے لئے پناہ گاہ اور مومنین کے لئے پرسکون ہے۔ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے۔ کہ ہمارے دوستدار ہم سے کنارہ کشی کریں گے۔ ہم سے دور ہو جائیں گے۔ کہ اسی میں ان کی مصلحت ہے تاکہ وہ ہماری ولایت کے قائلین کی حیثیت سے نہ پہچانے جائیں اور اس طرح وہ اپنی جان و مال کی حفاظت کر سکیں۔ اور جو بھی قم اور اس کے باشندوں کے لئے برا چاہے گا خدا اسے ذلیل کرے گا اور اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

ان لعلی قم ملکا یرفرف علیھا بجناحیہ، لا یریدھا جبار

---

[1] بحار الانوار ج ۶۰ ص ۲۱۵

بسوء الا اذابه الله كذوب الملح فی الماء۔

قم کے اوپر ایک فرشتہ اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے ہے جو جابر و ظالم بھی قم کے بارے میں برا ارادہ کرتا ہے خدا اسے ایسے ہی پگھلا دیتا ہے جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔

قم سے معارف اسلامی کی اشاعت

اہل بیت کی احادیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مستقبل قریب میں علمائے شیعہ ماضی سے زیادہ مذہب تشیع کے احکام و عقائد کو اہمیت دیں گے اور اپنے حالات کو سنواریں گے، نظم و ضبط پیدا کریں گے۔ رائج الوقت تبلیغی وسائل سے آراستہ ہوں گے اور قرآن مجید کے حقائق و احکام سے جو کہ انسان کی سعادت کے ضامن ہیں، لوگوں کو روشناس کرائیں گے۔ اور اسلام کی ترقی و عظمت اور حضرت ولی عصرؑ کے ظہور کے اسباب فراہم کریں گے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

بہت جلد کوفہ مومنوں سے خالی ہو جائے گا۔ علم اس شہر سے ایسے نا پید ہو جائے گا جیسے سانپ اپنے بل میں چھپ جاتا ہے وہاں اس کا کوئی اثر بھی نہ ملیگا، علم کا مرکز قم ہوگا قم علم و فضل کا محور ہوگا، وہیں سے علم تمام شہروں میں پھیلے

گا۔ یہاں تک روئے زمین پر کوئی جاہل باقی نہیں رہے گا ، یہاں تک عورتیں بھی۔

اب ہمارے قائم کا ظہور قریب ہوگا اور خدا قم اور اس کے باشندوں کو حجت قرار دے گا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اپنے ساکنوں سمیت دھنس جاتی اور حجت باقی نہ رہتی۔ علم و دانش قم سے تمام مغرب و مشرق کے شہروں میں پھیلے گا اور دنیا والوں پر حجت تمام ہو جائے گی یہاں تک کہ روئے زمین پر ایک شخص بھی ایسا نہیں ملے گا جس تک علم و دین نہ پہنچا ہو۔ اس کے بعد ہمارے قائم ظہور فرمائیں گے اور خدا کے عذاب و قہر کے اسباب فراہم ہو جائیں گے اور خدا کے عذاب و قہر کے اسباب فراہم ہو جائیں گے کیونکہ خدا اپنے بندوں سے اس وقت انتقام لیتا ہے۔ جب وہ اس کی حجت کا انکار کرتے ہیں؟

(سفینۃ البحار، قم)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

خدا نے کوفہ اور اس کے باشندوں کو تمام شہروں اور ان کے ساکنوں پر حجت قرار دیا تھا، قم کو بھی دوسرے شہروں پر حجت قرار دے گا اور اس کے باشندوں کے ذریعہ مشرق و مغرب میں رہنے والوں — جن و انس — پر حجت قائم

کرے گا ۔ خدا قم والوں کو ذلیل نہیں کرے گا بلکہ خدا کی توفیق ونصرت ہمیشہ ان کے شامل حال رہے گی ۔ اس کے بعد فرمایا :

قم کے دین داروں کی کم اہمیت تھی ، اس لئے انھیں زیادہ اہمیت نہیں دی جائے گی ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قم اور اس کے باشندوں کو برباد کر دیا جاتا اور تمام شہروں پر حجت باقی نہ رہتی ۔ آسمان اپنی جگہ نہ رہتا ، زمین والوں کو لمحہ بھر کی مہلت نہ ملتی ۔ قم اور اس کے بسنے والے تمام ناگوار حوادث سے محفوظ رہیں گے ایک زمانہ آئے گا کہ قم اور اس کے ساکن تمام لوگوں پر حجت قرار پائیں گے اور ہمارے قائم کی غیبت سے ظہور تک ایسا ہی رہے گا ۔ خدا کے فرشتے قم اور اس کے رہنے والوں سے تمام بلاؤں کو دور کریں گے اور جو ستمگر اس شہر پر حملہ کرنا چاہے گا ستمگروں کو ہلاک کرنے والا اس کی کمر توڑ دے گا اور اسے سخت مصیبت میں مبتلا کر دے گا یا اس پر اس سے قوی دشمن کو مسلط کر دے گا

خداوند عالم ظالموں کے دلوں سے قم اور اس کے ساکنوں کی یاد محو کر دے گا ۔ جیسا کہ انہوں نے ذکر خدا کو فراموش کر دیا ہے ۔ (سفینۃ البحار)

امیر المومنین کا ارشاد ہے :

رجلٌ من اھل قم یدعو الناس الی الحق

يجتمع معه قوم كزبر الحديد لا تزلهم الرياح العواصف ولا يملون من الحرب ولا يجبنون وعلى الله يتوكلون والعاقبة للمتقين۔

(بحار الانوار ج ۶۰ ص ۲۱۶)

"قم والوں میں سے ایک شخص لوگوں کو حق کی طرف بلائے گا ایک گروہ اس کی آواز پر لبیک کہے گا، اس کے پاس جمع ہوجائیں گے جو کہ فولاد کی مانند ہوں گے انھیں کوئی تزلزل نہیں کر سکے گا۔ وہ جنگ سے نہیں اکتائیں گے، وہ صرف خدا پر توکل کریں گے، آخر کار متقین کامیاب ہوں گے۔"

حضرت معصومہ (ع)

تاریخ ولادت

حضرت معصومہؑ کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں کئی اقوال ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؑ بنت امام موسیٰ بن جعفرؑ نے ابتدائے ذیقعدۃ الحرام ۱۸۳ھ میں مدینہ منورہ میں ولادت پائی۔[1]

صاحب مستدرک سفینہ لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ بنت موسیٰ بن جعفرؑ نے یکم ذیقعدۃ الحرام کو ولادت پائی۔[2] ولادت کے سلسلہ میں تو بعض صاحبانِ قلم نے قطعی طور پر لکھا ہے کہ یکم ذیقعدہ کو ولادت پائی، لیکن کسی نے قطعی طور پر نہیں لکھا ہے کہ فلاں سال ولادت پائی ہے۔ بعض نے ۱۷۳ھ اور بعض نے ۱۸۳ھ

---

[1] مستدرک سفینہ منقول از کریمہ اہل بیتؑ
[2] مستدرک سفینہ منقول از کریمہ اہل بیتؑ
[3] عوالم ۲۲۸/۲۱ منقول از کریمہ اہل بیتؑ

کو سنہ ولادت تحریر کیا ہے۔ لیکن آخری قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سال حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ نے شہادت پائی اور شہادت سے قبل آپؑ نے چار سال قیدخانہ میں گزارے[1]۔ کیونکہ اس کی تصریح موجود ہے کہ آپؑ کو ۱۷۹ھ میں گرفتار کیا گیا ہے[2]۔

دوسرے یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی چار بیٹیاں تھیں اور سب کے نام فاطمہ سے مرکب تھے چنانچہ بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ:

۱۔ فاطمۂ کبریٰؑ۔ الملقب بہ معصومۂ قمؑ۔ قم میں مدفون ہیں۔

۲۔ فاطمۂ صغریٰؑ۔ الملقب بہ بی بی ہیبت۔ روس میں آذربائیجان کے شہر باکو میں مدفون ہیں۔

۳۔ فاطمۂ وسطیٰ۔ الملقب بہ ستی فاطمہ۔ اصفہان میں مدفون ہیں[3]۔

۴۔ فاطمۂ اخریٰ۔ معروف بہ خواہر امامؑ۔ ایران کے شہر رشت میں مدفون ہیں۔

اس لحاظ سے معصومۂ قم اپنی چاروں بہنوں میں سب سے بڑی ہیں چنانچہ یقیناً آپؑ نے ۱۷۹ھ سے چند سال قبل ولادت پائی ہوگی۔ لہٰذا ۱۸۳ھ آپؑ کا سنہ ولادت نہیں ہو سکتا۔

اسماء و القاب

شریعت اسلامیہ میں نام گزاری کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ بہت سی روایات

۱۔ اصول کافی ۱/۳۱۲ ۲۔ اصول کافی ۱/۳۹۷

۳۔ بحار الانوار ۴۸/۲۸۶

میں وارد ہوا ہے کہ والدین پر اولاد کا ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ ان کے لئے نام کا انتخاب کریں۔[۱]

نیک نام کے انتخاب کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ رسولؐ اسلام نے ان لوگوں کو نام تبدیل کرنے کی تاکید کی تھی جن کا شائستہ نام نہیں تھا۔[۲] اسی طرح یعقوب سراج سے امام حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے گہوارہ سے فرمایا تھا کہ جاؤ اپنی لڑکی کے اس نام کو بدل دو جو تم نے کل رکھا تھا، کیونکہ اس نام کو خدا پسند نہیں کرتا ہے۔[۳]

یعقوب سراج کہتے ہیں کہ میں نے اپنی نوزاد لڑکی کا نام "حمیراء" رکھا تھا لہٰذا اپنے مولا کے حکم سے اپنی بیٹی کا نام بدل دیا۔[۴]

اس بات کی بھی تاکید کی گئی ہے کہ اپنے بیٹوں کے لئے انبیاء وائمہ کا نام انتخاب کرو، خصوصاً محمد و علی نام رکھو اور بیٹیوں کے لئے بہترین نام فاطمہ ہے۔[۵] اور چونکہ ائمہ حضرت صدیقہ طاہرہ ـ سلام اللہ علیہا ـ کی عظمت و منزلت کے قائل تھے لہٰذا نام فاطمہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادقؑ کو جب یہ خبر ملی کہ آپ کے صحابی "سکونی" نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا ہے، تو فرمایا: "آہ! آہ!

۱۔ فروع کافی ج ۶ / ص ۱۸

۲۔ ناسخ التواریخ ج ۲ / ص ۶۸

۳۔ فروع کافی ج ۶ ص ۱۸، تہذیب ج ۷، ص ۴۳۷

۴۔ وسائل الشیعہ ج ۲، ص ۳۹۰

۵۔ فروع کافی ج ۶ ص ۱۹

اس کے بعد فرمایا: "تم نے اپنی بیٹی کا فاطمہ نام رکھا ہے لہٰذا اسے گالی نہ دینا، اس کو طمانچہ نہ مارنا اور برا بھلا نہ کہنا۔"[1] چنانچہ ائمہ معصومینؑ نے اپنی ایک یا ایک سے زیادہ بیٹیوں کا نام فاطمہ ضرور رکھا ہے۔ حضرت علیؑ نے جن کی ماں اور زوجہ کا نام فاطمہ تھا، اپنی ایک بیٹی کا نام فاطمہ رکھا تھا۔[2]

اہل سنت کے مشہور عالم سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرۃ الخواص میں امام موسیٰ بن جعفرؑ کی اولاد کے نام تحریر کئے ہیں اور آپ کی چاروں بیٹیوں کے نام اس طرح تحریر کئے ہیں:[3]

۱۔ فاطمہ کبریٰ ۲۔ فاطمہ صغریٰ ۳۔ فاطمہ وسطیٰ ۴۔ فاطمہ اخریٰ

لقب معصومہ

صاحب ناسخ التواریخ نے تحریر کیا ہے کہ لقب معصومہ آپ کو حضرت امام رضا علیہ السلام نے دیا تھا۔ اس سلسلہ میں آپؑ کا ارشاد ہے:

من زار المعصومة بقم كمن زارني[4]

جس نے قم میں معصومہ کی زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی

میرزا نوری نے اپنی کتاب "دار السلام" میں رویائے صادقہ نقل کیا ہے

---

[1] فروغ کافی ص۴۸
[2] ارشاد مفید ج ۱ ص۳۵۵
[3] تذکرۃ الخواص ص۳۱۵
[4] ناسخ التواریخ ص۶۸

کہ جس کو صحیح تسلیم کیا ہے جس کو ہم آئندہ بیان کریں گے۔

کیا لقب معصومہؑ بی بی کی عصمت پر دلالت کرتا ہے ؟ اس سوال کا جواب لکھنے سے قبل مقدمہ کے طور پر ہم چند چیزیں سپرد قلم کرتے ہیں۔

۱۔ اس بات پر شیعوں کا اجماع ہے کہ انبیاء و ائمہ سب معصوم ہیں۔ ان سے ہرگز کوئی گناہ کبیرہ وصغیرہ سرزد نہیں ہوتا ہے۔ نہ قبل از بعثت نہ بعد از بعثت نہ امامت سے پہلے نہ امامت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد نہ عمداً نہ سہواً۔[۱]

۲۔ حضرت رسول خداؐ، حضرت فاطمہؑ اور بارہ ائمہ علیہم السلام، عصمت کے آخری و اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ مذکورہ حضرات سے نہ صرف پوری زندگی میں کوئی گناہ کبیرہ وصغیرہ سرزد نہیں ہوا بلکہ ترک اولیٰ بھی نہیں ہوا ہے جبکہ ترک اولیٰ عصمت کے منافی نہیں ہے۔ اسی لئے انھیں چودہ معصوم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بنابرایں عصمت ان ہی چودہ اشخاص میں منحصر نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ بھی معصوم ہیں۔ جیسا کہ ہم نے مقدمہ کی پہلی شق میں بیان کیا ہے کہ انبیاء، ائمہ اور تمام فرشتوں کی عصمت پر علماء امامیہ کا اجماع ہے۔

۳۔ اس لحاظ سے عصمت کے مدارج و مراتب اور اس کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر چودہ معصوم فائز ہیں اور اس کے بعد والے درجہ پر انبیاء و فرشتے فائز ہیں۔

۴۔ علماء اسلام میں سے کسی نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا ہے کہ معصوم صرف چودہ اشخاص ہی ہیں۔

---

[۱] اعتقادات شیخ صدوق ص۱۰۵، نہج الحق، علامہ حلی، ص۱۴۲ و ص۱۶۴

۵۔ اور کسی دانشور نے حضرت ابوالفضل العباسؑ و حضرت علی اکبرؑ، حضرت زینبؑ اور حضرت معصومہؑ کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ وہ معصوم نہیں تھے بلکہ بعض نمایاں شخصیتوں نے ان کی عصمت کو ثابت کیا ہے۔[۱]

۶۔ عبدالرزاق مرحوم نے اپنی کتاب "العباس" میں حضرت ابوالفضل العباس کی عصمت کی دلیلیں اور "علی الاکبر" میں حضرت علی اکبر کی عصمت کے دلائل پیش کئے ہیں[۲] اور اس سلسلہ میں آیت اللہ شیخ محمد حسین اصفہانی اور علامہ میرزا محمد علی اردوبادی کے نظریات سے استفادہ کیا ہے۔[۳]

۷۔ نقدی مرحوم نے اپنی کتاب "زینبؑ الکبریٰ" میں اسی موضوع کو ثابت کیا اگرچہ حضرت زینبؑ کی عصمت کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔[۴]

۸۔ اس بنا پر اگر کوئی معصومہ کی عصمت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ کوئی بے جا بات نہیں کہتا ہے۔ واضح ہے کہ حضرت معصومہؑ کا نام فاطمہ ہے، اور حین حیات آپ کو معصومہ کا لقب نہیں ملا تھا، بلکہ معصومہ آپ کے اوصاف کے لحاظ سے کہا گیا ہے۔ بنا براین حدیث کے یہ معنی ہوں گے:

جو شخص بھی قم میں معصومہ کی زیارت کرے گویا اس نے میری زیارت کی کیونکہ وہ معصومہ ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر معصومہ کی عصمت میں کوئی شک

۱۔ انسان الکامل ص۵

۲۔ العباس ص۱۲۹ و ص۱۳۳ علی الاکبر ص۴۳ ۳۔ سردار کربلا ص۲۴۸ و ص۲۵۳

۴۔ زینب کبریٰ ص۳۳ و ص۳۶

باقی نہیں رہتا ہے۔

آپ کی عصمت پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کی تجہیز و تشییع میں امام رضاؑ وامام جوادؑ علیہما السلام شریک تھے۔ اور شیعہ اعتقاد کی رو سے معصوم کو معصوم ہی غسل وکفن دے سکتا ہے اور دفن کرسکتا ہے۔[۱]

کریمۂ اہل بیت

حضرت معصومہؑ کے عقیدت مند و شیعہ عہد قدیم سے آج تک نظم ونثر میں کریمۂ اہل بیت کہتے چلے آرہے ہیں، لیکن ایک بزرگ کے رویائے صادقہ کی رو سے یہ لقب معصومین علیہم السلام سے آپ کو ملا ہے۔

نساب عالی قدر آیت اللہ سید محمود مرعشی نجفی متوفی ۱۳۳۸ھ حضرت صدیقۂ طاہرہؑ کی قبر کا سراغ لگانے کے سلسلہ میں بہت ہی کوشاں تھے، اس مقصد میں کامیابی کے لئے انہوں نے چالیس شبوں کا ایک چلہ کیا۔ چالیسویں شب میں وظیفہ ختم کرنے اور بے پناہ دعا مانگنے کے بعد جب سو گئے تو امام محمد باقرؑ وامام جعفر صادقؑ کو خواب میں دیکھا۔[۲] امام نے ان سے فرمایا: علیك بکریمة اهل البیت "تم کریمۂ اہل بیت سے توسل کرو۔ انہوں نے یہ سوچ کر کہ کریمۂ اہل بیت سے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا ہیں، عرض کی: یہ چلہ میں نے ان ہی کی قبر مبارک کا پتہ چلانے کے لئے کیا ہے تاکہ قبر کا صحیح نشان معلوم ہوجائے، جس سے میں زیارت قبر سے مشرف ہوسکوں

---

[۱] بحار الانوار ج ۴۸ ص ۲۹۰ و ج ۶۰ ص ۲۱۹

[۲]

امام نے فرمایا: میری مراد قم میں حضرت معصومہؑ کی قبر ہے۔ اس کے بعد اضافہ فرمایا: کہ خداوند عالم نے مصلحت کی بنا پر حضرت زہراؑ کی قبر کو مخفی رکھا ہے اور اس کی جلوہ گاہ حضرت معصومہؑ کی قبر کو قرار دیا ہے۔

مرعشی مرحوم جب بیدار ہوئے تو وہ حضرت معصومہؑ کی زیارت کے لئے ایران کی طرف روانہ ہو گئے۔

عالمۂ آل عباؑ

نجف اشرف میں شوشتریوں کے کتب خانہ میں ایک قلمی نسخے میں یہ حدیث دیکھی گئی تھی کہ ایک مرتبہ کچھ شیعیان امیرالمؤمنین حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے زمانہ میں مدینہ آئے اور اپنے شرعی مسائل دریافت کرنے کے سلسلہ میں امامؑ کے درِ دولت پر پہنچے۔ جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ امام موسیٰ کاظمؑ مدینہ میں تشریف فرما نہیں ہیں تو انہوں نے چند روز اور مدینہ میں قیام کرنے کا ارادہ کر لیا، لیکن امام اس مدت میں تشریف نہیں لائے۔ جب وہ رخصت کے لئے امام کے درِ دولت پر گئے تو حضرت معصومہ نے فرمایا: اگر کوئی شرعی مسئلہ دریافت کرنا چاہتے ہو تو پوچھ سکتے ہو۔ انہوں نے مسائل لکھ کر پیش کئے، تھوڑی دیر بعد معصومہؑ نے ان کے مسائل کا جواب بھیج دیا۔

قافلہ والے شکریہ ادا کر کے چلے گئے، مدینہ سے نکلتے وقت امام موسیٰ کاظمؑ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ مدینہ آنے کی وجہ بیان کی جب امام نے مسائل کا جواب دیکھا تو تائید فرمائی اور فرمایا: **فداھا، ابوھا فداھا ابوھا**۔[1]

(1) یہ واقعہ انصاری قمی نے بیان کیا ہے، صاحب کریمۂ اہل بیت نے بھی صفحہ ۶۲ پر نقل کیا ہے)

محدثۂ آلِ محمدؐ

طبقات رواۃ میں بہت سی عورتیں بھی شامل ہیں جن میں سرفہرست حضرت فاطمہؑ زہرا اور ازواج نبیؐ ہیں۔ چنانچہ صاحب اسنی المطالب نے مناقب علی بن ابی طالب کے سلسلے میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جس کے سلسلۂ سند میں حضرتِ معصومۂ قم ہیں۔ سلسلہ یہ ہے۔

ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محب مقدسی نے ام محمد، زینب، دختر احمد بن عبدالرحیم مقدسی سے انہوں نے ابومظفر محمد بن فتیان بن مسینی سے انہوں نے ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر حافظ سے انہوں نے "قاضی ابو القاسم عبدالواحد بن محمد بن عبدالواحد مدینی سے انہوں نے ظفر بن داعی علوی سے انہوں نے اپنے والد داعی بن مہدی اور ابو احمد بن مطرف مطرفی سے اور ان دونوں نے ابوسعید ادریسی سے انہوں نے ابوالعباس محمد بن محمد بن حسن رشیدی سے انہوں نے ابوالحسن محمد بن جعفر حلوانی سے انہوں نے علی بن محمد بن جعفر اہوازی سے انہوں نے بکر بن احمد قصری سے انہوں نے دختر علی بن موسیٰ الرضا فاطمہ سے انہوں نے "فاطمہ، زینبؑ و ام کلثوم بنت موسیٰ بن جعفر سے۔ انہوں نے فاطمہ بنت جعفر صادقؑ سے انہوں نے فاطمہ محمد باقرؑ سے انہوں نے فاطمہ بنت علی بن الحسین بن ابی طالب سے انہوں نے فاطمہ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب سے انہوں نے ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اکرمؐ سے۔ انہوں نے فاطمہ بنت رسولؐ سے روایت

کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

أنسيتم قول رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوم غدير خم. من كنت مولاه فعلي مولاه وقوله انت مني بمنزلة هارون من موسى.

کیا تم لوگ رسولؐ کی اس حدیث کو بھول گئے جو غدیر خم کے روز فرمائی تھی کہ: جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں، اور آپؐ کی حدیث: "اے علی تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰؑ کے لئے ہارون تھے۔" کو بھول گئے۔

آپؑ کے دیگر القاب

۱۔ طاہرہ ۲۔ حمیدہ ۳۔ ۴۔ رشیدہ ۵۔ تقیہ

۶۔ رضیہ ۷۔ نقیہ ۸۔ مرضیہ ۹۔ سیدہ ۱۰۔ اخت الرضاؑ

یہ القاب اس زیارت نامہ میں مندرج ہیں جس کو شیخ محمد علی نے انوار المشعشعین میں نقل کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۲۷ھ میں طبع ہو چکی ہے۔ حیدر خوانساری نے اپنی کتاب "زبدۃ التصانیف" میں ایک اور زیارت نامہ نقل کیا ہے اور اس میں آپ کے دو القاب ۱۔ صدیقہ ۲۔ سیدۃ نساء العالمین بھی تحریر کیے ہیں۔

ایران کی طرف روانگی

ابھی آپؑ کی عمر دس سال ہی کی تھی کہ آپؑ کے والد ماجد کو ہارون رشید نے قید خانہ میں زہر جفا سے شہید کرا دیا اور معصومہؑ کے قلب پر غم کے پہاڑ

ٹوٹ پڑے۔ صرف امام رضا علیہ السلام ہی سے آپ کی آس بندھ سکتی تھی کیونکہ امام رضاؑ ہی آپؑ کے حقیقی (یعنی دونوں ایک ماں اور باپ سے) بھائی تھے اور پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد حجت خدا، امت کے مددگار، اور مظلوم کے حامی تھے لیکن ان پر بھی ہارون رشید کی نگرانی تھی۔

ہارون رشید کی موت کے بعد اس کے بیٹے مامون نے بھی وہی راستہ اختیار کیا جو کہ اس کے باپ کا تھا۔ چنانچہ اس نے آٹھویں امامؑ کو اہل بیت سے جدا کیا ظاہراً احترام کے ساتھ خراسان بلالیا۔ حضرت معصومہؑ نے تقریباً ایک سال تک داغ جدائی برداشت کی۔ اس کے بعد صبر نہ ہو سکا۔ لہٰذا بھائی سے ملاقات کی غرض سے "مرو" کی طرف روانہ ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ جس با فضیلت آغوشِ عصمت میں اس خاتون نے تربیت پائی تھی اور جس کی تربیت امام موسیٰ کاظمؑ و امام رضا علیہ السلام نے کی تھی وہ دین دار ساتھیوں کے بغیر مدینہ سے "مرو" کا قصد نہیں کر سکتی تھیں۔ آپؑ کے بھائی بھتیجے سبھی ایران کے سفر کے لئے تیار تھے۔ ان کی ہمراہی میں آپؑ نے اپنے بھائی سے ملاقات کی خاطر پرخطر سفر کا ارادہ کرلیا۔

اس سفر میں حضرت معصومہؑ کے پانچ بھائی: فضل، جعفر، ہادی، قاسم، زید اور کچھ غلام اور کنیزیں بھی آپؑ کے ہمراہ تھیں۔ اس زمانہ کے سفر کی دشواریوں کو برداشت کرتے ہوئے آپؑ "ساوہ"[۱] پہنچیں۔

۱؎ دلائل الامامہ ص ۳۰۹

آج تو شہر ساوہ کے باشندے سبھی شیعہ اور خاندان عصمت و طہارت کے شیدائی ہیں لیکن اس زمانہ میں سخت ترین دشمن تھے۔ لہٰذا جب حضرت معصومہؑ کا قافلہ "ساوہ" پہنچا تو اہل ساوہ "نے ان پر حملہ کر دیا اور شدید جنگ ہوئی۔

اور آپؑ کے بھائی، بھتیجے سبھی شہید ہو گئے۔ حضرت معصومہ نے اپنے ۲۳ بھائی بھتیجوں کو خون میں غرق دیکھا تو اسی غم میں بیمار ہو گئیں [۱]

قم کی طرف روانگی

اہل قم ہمیشہ خاندان عصمت و طہارت کے دوستدار و محب رہے ہیں۔ انہوں نے ولایت امیرالمؤمنینؑ کی ولایت کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا اور فدک غصب کرنے والوں کی کبھی اطاعت نہیں کی تھی۔ انہوں نے جب اس دل خراش فاجعہ کی خبر سنی تو وہ "ساوہ" گئے اور حضرت معصومہ کو بڑے احترام کے ساتھ قم لے آئے۔ ۲۳ ربیع الاول ۲۰۱ھ کو آپؑ قم میں وارد ہوئیں۔

موسیٰ بن خزرج، قم میں خاندان اشعری کے سردار، خود ناقہ کی مہار تھامے ہوئے تھے اور بہت سے لوگ کجاوہ کے ارد گرد چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپؑ کی سواری اس جگہ بیٹھ گئی جسے میدان میر کہا جاتا ہے اور موسیٰ بن خزرج کو آپؑ کی ۱۷ دن کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔

قم کی عورتیں دستہ دستہ آپ کی زیارت کے لئے جاتی اور آپ کو آپ کے بھائیوں کا پرسہ دیتی تھیں۔ موسیٰ بن خزرج کے گھر کو آپ کی ۱۷ روزہ مہمانی کے

---

[۱] ریاض الانسان ص۱۶۰ منقول از گریۂ اہل بیت ص۱۵۹

احترام میں مدرسہ بنا دیا گیا جو کہ "مدرسہ ستیدہ" کے نام سے موسوم ہوا۔ مدرسہ کے داخل ہونے والے دروازہ کے پاس ہی آپ کی محراب عبادت ہے جس کو آج تک بیت النور کہا جاتا ہے۔

وفات حسرت آیات

حضرت معصومہؑ نے غم اور بیماری کی حالت میں موسیٰ بن خزرج کے گھر میں ۱۷ روز تک عبادت کی اور ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۲۰۱ھ کو بھائی کی ملاقات کی مشتاق بہن نے بھائی کی ملاقات سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کئے بغیر عالم غربت میں وفات پائی آپ کی وفات سے قم ماتم کدہ بن گیا۔

اہل قم نے آپ کے مقدس جنازہ کی تشییع میں شرکت کی اور شہر سے باہر اس جگہ کہ جہاں آج حرم ہے، آپ کو سپرد خاک کرنے کے لئے لے گئے۔ جب قبر تیار ہوگئی تو لوگوں میں اس بات پر بحث ہونے لگی کہ آپ کو قبر میں کون اتارے، ضعیف العمر اور پرہیزگار "قادر" نام کے ایک شخص پر سب متفق ہوگئے۔ کسی کو بھیجا کہ "بابلان" سے انھیں بلا کر لے آئے۔ "قادر" کے پہنچنے سے قبل خدا نے دو نقاب پوش سواروں کو بھیج دیا۔ ان میں سے ایک قبر میں داخل ہوا اور دوسرے نے جنازہ اٹھا کر دیا۔ وہ دونوں دفن کے مراسم کے بعد کسی سے گفتگو کئے بغیر اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔[۱]

سیرت ائمہ کا قاری اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ دو نقاب پوش حضرت امام رضاؑ

۱؎ تاریخ قم ص۲۱۳، بحار نامہ ج۴۸ ص۲۹۰

اور آپ کے فرزند امام محمد تقی علیہما السلام تھے جو کہ معصومہؑ کے کفن و دفن میں شرکت کے لئے باعجاز خراسان سے طی الارض کے ساتھ قم تشریف لائے تھے۔

حرمِ حضرت معصومہؑ

دفن کے بعد آپ کی قبر پر موسیٰ بن خزرج نے چٹائی کا ایک سائبان ڈال دیا۔ اس کے بعد زینب بنت امام محمد تقیؑ نے پختہ گنبد بنوا دیا۔ سنہ ۴۱۳ھ میں حرم مطہر پر کاشی کا نفیس رنگ کیا گیا۔ سنہ ۵۲۹ھ میں نیا گنبد بنایا۔ سنہ ۵۹۲ھ میں گنبد کی تجدید ہوئی۔ سنہ ۱۲۱۸ھ میں گنبد پر سونے کا غلاف چڑھایا گیا کہ جس میں سونے کی ۱۲۰۰۰ اینٹیں لگیں۔ سنہ ۱۴۲۵ھ میں چاندی کی ضریح بنائی گئی۔ سنہ ۱۴۰۳ھ میں نیا صحن بنایا گیا۔

معجزات

1 رقیہ امان پور پر تین ماہ سے زائد عرصہ قبل فالج گر گیا تھا۔ ڈاکٹروں نے جواب دیا تھا کہ ہم اس کا علاج نہیں کر سکتے۔ رقیہ کا تعلق ماکو شہر سے ہے جو کہ آذربائیجان کے مغرب میں ترکی کی سرحد پر واقع ہے۔ یہ نیک بخت لڑکی ، ۲۸ شعبان سنہ ۱۴۱۴ھ میں دو مہلک امراض میں مبتلا ہوئی:

۱۔ پیروں پر فالج گرا اور چلنے اور کھڑے ہونے سے معذور ہو گئی۔

۲۔ کھانسی کا شدید حملہ ہوا، جس سے سانس لینا بھی دشوار تھا۔

والدین، خوئی شہر کے اسپیشلسٹ ڈاکٹروں کے پاس لے گئے۔ بہت سے ٹسٹ ہوئے۔ تبریز میں C.T. SCAN ہوا اور ڈاکٹروں نے یہ تشخیص دیا کہ لڑکی M.I.A میں مبتلا ہے، مگر علاج سے قاصر ہے۔ شوط شہر کے ایک مولانا حجۃ الاسلام شیخ احمد اسد نژاد، جو کہ حوزۂ علمیہ قم میں مقیم تھے، ان کے

بھتیجے بھی ایسی ہی بیماری میں مبتلا ہو چکے تھے جس کو تہران کے ڈاکٹروں اور اطباء کے پاس لے گئے تھے اور ڈاکٹروں نے ایک حد تک مرض کی تشخیص کر دی تھی ۔ انہوں نے رقیہ کے چچا سے رابطہ قائم کیا اور کہا کہ رقیہ کو قم لے آؤ وہاں سے ڈاکٹر سمیعی کے پاس تہران لے جائیں گے ۔ اس زمانہ میں رقیہ کے والدین فریضہ حج کی ادائیگی کے سلسلے میں مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے۔

قم کی روانگی کے لئے ۲، ذی الحجہ روز جمعہ مقرر ہوا تاکہ سنیچر کی صبح کو تہران پہنچ جائیں۔ شب جمعہ میں رقیہ نے ایک سعادت آفرین خواب دیکھا کہ : "سفر کا راستہ بدل دو۔" اس خواب نے ہمیشہ کے لئے اسے ڈاکٹر سے بے نیاز کر دیا ۔ خواب کا مختصر قصہ خود رقیہ اس طرح بیان کرتی ہے :

جس جمعہ کی صبح کو قم کی طرف سفر کرنے کا پروگرام تھا ، اسی شب میں، میں نے خواب میں سفید گھوڑوں پر چند سفید پوش خواتین کو اپنے گھر کی طرف سے گزرتے ہوئے دیکھا ۔ ان میں سے ایک میری طرف متوجہ ہوئی اور فرمایا :

> "بیٹی ! میں معصومہ ہوں ، تمہارے مرض کا علاج میرے پاس ہے
> ضروری نہیں ہے کہ تم ڈاکٹر کے پاس جاؤ ۔ کل تم قم آؤ گی ! میرے
> پاس آجانا ۔ شفایاب ہو جاؤ گی ۔ اگر ڈاکٹر کے پاس ہی جانا
> چاہتی ہو تو بعد میں چلی جانا ۔"

رقیہ خواب سے بیدار ہوئی اور اس کی آنکھوں میں امید کی کرن چمکنے لگی خوشی سے سفر کے لئے تیار ہو گئی اور اپنے چچا و چچی سے خواب بیان کیا ۔ اور قم پہنچنے کے لئے لمحے شمار کرنے لگی ۔ دوسری ذی الحجہ شب جمعہ میں رات کے ۲½ بجے وہ اپنے

چچا اور چچی اور اسد نژاد کے بھائی کے ہمراہ "نسوط" سے قم کی طرف روانہ ہوئی اور ساتھ سات بجے شام کو قم پہنچ گئی۔ محلہ نیروگاہ میں جناب اسد نژاد کے گھر اپنے پہنچنے کی اطلاع کرادی اور اپنی پھوپھی، خانم ہاشم زادہ کے گھر چلی گئی۔ نماز ظہر و عصر پھوپھی کے گھر پڑھی۔ مختصر عصرانہ کے بعد چچا، چچی کے ساتھ، حرم مطہر (روضۂ معصومہ) کی زیارت کیلئے گھر سے نکلنے سے قبل پھوپھی نے یہ کہا تھا کہ اس کی بیساکھیوں کو حرم میں نہ لے جانا۔ لہٰذا بیساکھیوں کو کار ہی میں چھوڑ دیا اور چچا، چچی کے کندھوں پر سہارا دے کر رقیہ وارد حرم ہوئی۔ رقیہ زیارت پڑھنے لگی اور پوری توجہ سے زیارت پڑھتی رہی۔ چچا اور چچی اس کے ہمراہ رہے۔ زیارت پڑھنے کے دوران رقیہ کو ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی ــ یہ معصومۂ قم کی آواز تھی جو کہ اس نے خواب میں سنی تھی ــ رقیہ کہتی ہے: ابھی میں نے آدھا زیارت نامہ ہی ختم کیا تھا کہ میرے کان میں وہی آواز پہنچی جو کہ میں نے گزشتہ شب سنی تھی۔ مجھ سے کہا: "اٹھو! میں نے تمہیں شفا دی ہے۔" میں نے زیارت پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھا کہ دوبارہ وہی آواز سنائی دی۔ رقیہ نے پورا زیارت نامہ ختم کر دیا۔ تیسری بار پھر وہی آوازِ دلنوازِ خاتونِ دوسرا میرے کانوں میں پہنچی: "اٹھو! چلو پھرو! میں نے تمہیں شفا دیدی ہے۔" رقیہ کی چچی نماز میں مشغول تھی۔ لہٰذا اپنی پھوپھی سے کہا: میں کھڑی ہونا چاہتی ہوں ــ نہ بیٹی! گر پڑو گی تمہاری چچی نماز سے فارغ ہوجائیں تاکہ دونوں کے سہارے کھڑی ہو ــ رقیہ اٹھتی ہے اور اپنے پیروں پر کھڑی ہوتی ہے اور تیزی سے ضریحِ مقدس کی طرف بڑھتی ہے اور اشکِ مسرت کے ساتھ خاتونِ دوسرا کا شکریہ ادا کرتی ہے۔

جن زائرین نے تھوڑی دیر پہلے رقیہ کو معذور دیکھا تھا انہوں نے جب اس کی یہ

حالت دیکھی تو اس کے چاروں طرف حلقہ کر لیا، ایک اژدھام ہو گیا چنانچہ رقیہ کی پھوپھی اور چچا و چچی نے بڑی جانفشانی سے اسے اژدھام سے رہائی دلائی اور مسجد بالا سر میں لے گئے۔ یہ پر مسرت واقعہ حرم معصومہؑ میں رات کے ساڑھے نو بجے رونما ہوا۔ چنانچہ زائروں اور باشندوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اب اس سعادت مند و نیک بخت کو بیساکھیوں کی ضرورت نہیں ہے وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہے۔ اس وقت حرم کے نقارہ بجانے والے موجود نہیں تھے۔ لہٰذا نقارہ کی کیسٹ کو لاؤڈ اسپیکر پر چلایا گیا اور سینچر کو رسمی طور پر نقارے بجائے گئے۔ جب رقیہ کو ان کی پھوپھی کے گھر لے گئے اور عطر و گلاب اس کے چہرے پر ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کھانسی بھی ختم ہو گئی ہے۔ رقیہ کو پہلے نسخوں کے ساتھ تہران میں ڈاکٹر کے پاس لے گئے تو اس نے بتایا کہ اب رقیہ کو علاج کی ضرورت نہیں ہے۔

۲ پروین محمدی، تشنج اعصاب کے مرض میں مبتلا ہوئی۔ بہت سے ڈاکٹروں سے علاج کرایا لیکن فائدہ نہ ہوا۔ اہل خانہ کی زندگی بھی دوبھر ہو گئی۔ ڈاکٹروں کے علاج سے مایوس ہو کر، کرمانشاہ سے امام رضاؑ کی زیارت کے قصد سے روانہ ہوئے جب رات کے دو بجے کے بعد قم پہنچے ایک مسافر خانہ میں رات بسر کی، صبح کو ۹ بجے حرم معصومہؑ کی زیارت سے شرفیاب ہوئے۔ اس کی چادر کے ایک کونے کو ضریح سے باندھ دیا اور توسل پڑھنے لگے۔ ضریح کے کنارے اس مریضہ کو نیند آگئی۔ چونکہ لڑکی کو ایک مدت سے نیند نہیں آئی تھی، اس لئے اس کی ماں نے بیٹی کو سوتے ہوئے دیکھا تو بہت خوش ہوئی اور اشک مسرت کے ساتھ اور خلوص کے ساتھ دعا کرنے لگی اور دل کی گہرائی سے کریمہ اہل بیت سے توسل کیا۔

اچانک پروین کی ماں نے دیکھا کہ پورا حرم ایک عجیب قسم کے عطر کی بو سے معطر ہوگیا ہے، اور پروین کی چادر کا ضریح سے بندھا ہوا کونا کھل گیا ہے اس عطر آگین فضا میں پروین نے آنکھیں کھول دیں اور اپنی ماں سے کہا: اماں! میں بھوکی ہوں۔ اس کی ماں حیرت زدہ ضریح مقدس سے لپٹ گئی اور کریمۂ اہل بیتؑ کا شکریہ ادا کرنے کے بعد حرم مطہر سے شادمان باہر نکلی۔

۳ ابوالفضل امیر کوہی، صوبہ ساری مازندران کے باشندے ہیں۔ انہوں نے حضرت معصومہ کے ذریعہ اپنی شفایابی کا معجزہ اس طرح بیان کیا ہے۔ میں تین سال قبل کمر درد اور فالج میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اپنے علاج میں تمام پونجی خرچ کر دی تھی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا، بالکل زمین گیر ہوگیا تھا۔ قم، مشہد اور تہران کے ہسپتالوں میں مہینوں ایڈمٹ رہا مگر کوئی نتیجہ معلوم ہوا۔ ہر جگہ سے مایوس ہوگیا تو ضامن الحجج حضرت امام رضاؑ کے روضہ میں پناہ لی اور امام سے شفا مانگی لیکن نصیب نہ ہوئی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے موقع پر ۳ شعبان کو سارے شیعہ خوشیاں منا رہے تھے اور میرے خاندان والے رنجیدہ و محزون تھے، میں بھی اہل خانہ کے ساتھ روضۂ امام رضاؑ میں داخل ہوا مگر صابر امام نے صبر سے کام لیا۔ جب حرم سے باہر نکلا تو مولا کو مخاطب کر کے عرض کی مولا آپ تو غیر مسلموں کو بھی محروم نہیں کرتے ہیں، مجھ روسیاہ پر کیوں لطف نہیں فرماتے؟ میں تو آپ کا شیعہ اور آپ کا ہمسایہ ہوں ــ تہی دست اپنے گھر پلٹ آیا اور معصومہؑ کی خدمت میں شرفیابی کا قصد کیا۔ چنانچہ ۴ شعبان المعظم شب ولادت حضرت ابوالفضلؑ میں، میں نے حضرت معصومہؑ کو خواب میں دیکھا کہ ہمارے غریب خانہ پہ

تشریف لائی ہیں، میں نے شفا مانگی تو فرمایا: "قم آجاؤ میں تمہیں شفا دونگی"۔ بیدار ہونے کے بعد میں نے اپنے خاندان والوں سے خواب بیان کیا، لیکن کمزوری اور ناداری کی وجہ سے قم جانا آسان نہیں تھا۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے تو پھر ایک مرتبہ حضرت معصومہؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتی ہیں: "قم کیوں نہیں آتے؟" میں نے عرض کی اس حالت میں کیونکر قم پہنچوں؟ مجھے یہیں شفا عطا کر دیجئے! فرمایا: "تم آؤ" بیدار ہونے کے بعد میں نے یہ طے کیا جس طرح بھی ہوگا قم جاؤں گا اگرچہ تین سال کی طویل علالت کے سلسلہ میں گھر کا سارا اثاثہ بک چکا تھا اب قابل فروخت کوئی چیز باقی نہیں تھی۔ کوکا کولا کی کچھ شیشیاں تھیں انھیں فروخت کرکے بیٹے نے اسباب سفر فراہم کئے اپنے خسر معظم کی معیت میں ۱۴ شعبان ۱۴۱۵ھ کو دوشنبہ کی صبح میں قم پہنچ کر حرم معصومہ میں شرفیاب ہوا۔

ضریح مقدس کے کنارے مجھے جگہ دی گئی اور ضریح سے باندھ دیا گیا تضرع وزاری، راز و نیاز اور کمزوری کی وجہ سے مجھے نیند آگئی تو سبز نقاب اور سیاہ چادر میں ملبوس حضرت معصومہؑ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے ایک پیالی چائے عنایت کی ہے اور فرماتی ہیں اسے پیو اور اٹھو تم بیمار نہیں ہو۔ بیدار ہونے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اب میں بیمار نہیں ہوں۔ میں ضریح مقدس سے لپٹ گیا اور بہ آواز بلند کہا: "معصومہؑ نے مجھے شفا عطا کی ہے۔"

۴ روس میں کمیونزم کی شکست وریخت کے بعد روس کے علاقہ آذربائیجان کے باشندوں کے لئے ایران کا راستہ کھول دیا گیا۔ اسلامی علوم کے فروغ اور اسکی نشر واشاعت کے پیش نظر حوزۂ علمیہ قم کے کچھ ذمہ دار آذربائیجان گئے تاکہ وہاں سے

چند مستعد جوانوں کو منتخب کر کے حوزۂ علمیہ قم لائیں اور انھیں معارف اسلامی کی مناسب تعلیم دے کر ان کے وطن واپس کردیں تاکہ وہ شیعہ تہذیب و ثقافت کے اس خلا کو پر کر سکیں جو کمیونسٹ کے تسلط کے زمانہ میں واقع ہو گیا تھا۔

نخچوان سے ایک نوجوان، حمزہ قم آتا ہے۔ لیکن حوزۂ علمیہ کے ذمہ داروں نے اس کا داخلہ لینے سے اس لئے عذر خواہی کی کہ اس کا عضو ناقص تھا، ایک آنکھ خراب تھی۔ ظاہر ہے کہ ایسے مقرر و خطیب کی بات موثر ثابت نہیں ہوتی ہے ــــ حمزہ نے اصرار کیا کہ استعداد و لیاقت کے باوجود مجھے اس سعادت سے کیوں محروم کیا جارہا ہے؟ ذمہ داران نے انسانی عواطف کی بنا پر داخلہ کے شرائط کے برخلاف سیکڑوں طلبہ کے ساتھ اس کا بھی انتخاب کر لیا۔ تہران میں ان آذربائیجانی طلبہ کا پرتپاک استقبال کیا گیا، اس پروگرام میں ٹی۔ وی کے افراد فلم برداری کے لئے آئے تھے۔ تصویر لینے والے نے کیمرہ کا رُخ زیادہ تر حمزہ کی حد سے زیادہ ابھری ہوئی آنکھ کی طرف رکھا۔ جب حوزۂ علمیہ قم میں ان آذربائیجانی طلبہ کو ایک مدرسہ میں جگہ دیدی گئی تو اس پروگرام کی کیسٹ مدرسہ کے سرپرست کو دیدی گئی کہ وہ محفوظ رکھے۔ مدرسہ کے سرپرست نے ایک دن وہ کیسٹ مدرسہ میں دکھائی کہ جس میں حمزہ کی ابھری ہوئی ایک آنکھ کا مضحکہ خیز منظر دیکھ کر طلبہ کو بے ساختہ ہنسی آجاتی تھی۔

اس ویڈیو کیسٹ کے دیکھنے کے بعد حمزہ کو مزید کمزوری کا احساس ہوا زندگی تلخ ہو گئی۔ حوزۂ علمیہ چھوڑنے اور وطن لوٹنے کا عزم بالجزم کر لیا، شکستہ دل اور اشکبار آنکھوں سے معصومۂ قم سے رخصت ہونے اور حرم کی آخری

زیارت کے لئے گیا۔ عرض کی: "اے باب الحوائج کی بیٹی! میں سیکڑوں فرسخ کی مسافت طے کر کے اس لئے یہاں آیا تھا کہ آپ کے زیر سایہ تعلیم حاصل کروں اور مذہبی مبلغ بنوں۔ لیکن میں اس حقارت کو برداشت نہیں کر سکتا لہٰذا میرا وطن پلٹنا اور آپ کی ہمسائیگی سے محروم ہونا ناگزیر ہے۔"

حمزہ نے اپنے عقدۂ دل کو معصومہؑ کی خدمت میں بیان کیا اور ہمیشہ کے لئے خداحافظ کہہ کر چل دیا۔ جب حرم سے باہر نکلا تو اس کی ایک ہم کلاس طالب علم سے ملاقات ہوئی۔ حمزہ نے اسے سلام کیا۔ اس نے اجنبی کی طرح سلام کا جواب دیا، حمزہ نے جب اس طالب علم کا نام لے کر آواز دی تو واپس آیا اور تعجب سے کہنے لگا حمزہ آپ ہیں!!!؟

حمزہ کہتا ہے: جی ہاں میں ہوں! طالب علم کہتا ہے: تمہاری آنکھ کا کیا ہوا؟! اب حمزہ متوجہ ہوا کہ معصومہؑ کے لطف سے اس کی آنکھ صحیح ہو گئی ہے۔ جب وہ آذربائیجان جائے گا تو اس کے ساتھ معصومہؑ کا معجزہ بھی ہوگا۔

فی الحال حمزہ حوزۂ علمیہ کا طالب علم ہے اور فراخ دلی سے محافل و مجالس میں شریک ہوتا ہے۔ معیوب آنکھ کے ثبوت کے لئے اس کے ہم کلاس طلبہ کے پاس ویڈیو کیسٹ اب بھی موجود ہے۔

۵ چالیس سال قبل احمد شیریں کلام نے حرم معصومہ میں شفا پائی تھی۔

احمد شیریں کلام نے اپنے بھائی عباس شیریں کلام اور مصحفی کو نظم و نثر میں اپنی بیماری کی اطلاع دی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے، عباس کہتے ہیں:

سنہ ۱۳۳۲ھ ش میں میرے بھائی احمد شیریں کلام بیمار ہو گئے۔ دوسرے

دن میں تہران پہنچا تو دیکھا کہ حالت بہت نازک ہے، عزیز و اقارب جمع ہیں ایک سید دعا کر رہے ہیں۔ تمچے سے پانی پلایا جا رہا ہے۔ دو ماہ کی مدت میں ایک سے ایک ڈاکٹر و طبیب کا علاج کرایا لیکن شفا نہ ہوئی۔ خویشاوندان اس سے ناامید ہو گئے اور تجہیز و تدفین کے اسباب فراہم ہو گئے۔ میں نے انھیں قم لے جانے کا ارادہ کر لیا۔ کار میں لٹا کر کریمۂ اہل بیت کی طرف چل دیئے۔ تقریباً نماز مغرب کے وقت قم پہنچے اور اسی شب توسل کیا۔ شفائے کامل پائی۔ ۱۸ روز تک ہم نے انھیں قم ہی میں رکھا، جشن مسرت منعقد کیا اور شاعران مودت نے قصیدہ خوانی کی ۱۸ روز بعد اپنے پیروں سے چل کر وہ صحیح سالم تہران گئے۔

چونکہ وہ خود کو معصومہ کا رہین منت سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے تہران میں قیام مناسب نہ سمجھا اور قم میں اقامت گزیں ہو گئے۔

۶ جناب حاج شیخ اسمٰعیل سے الطمی صاحب نے ایک داستان نقل کی ہے اور ان کی توثیق کی ہے۔ داستان یہ ہے:

شیخ اسمٰعیل کہتے ہیں جنگ کے زمانہ میں وطن میں رہنا میرے لئے مشکل ہو گیا قم آیا، آیت اللہ العظمیٰ گلپائیگانی کی خدمت میں پہنچا۔ انہوں نے پوچھا قیام کے قصد سے آئے ہو؟ یا واپسی کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کی جناب معصومہؑ کے جوار میں رہنے کے قصد سے آیا ہوں لیکن سر چھپانے کو گھر تو مل جائے تاکہ اہل و عیال کے لئے مشکل پیش نہ آئے۔ دوسری طرف میرے پاس پیسہ بھی نہیں ہے۔ البتہ حضرت بقیۃ اللہ الاعظمؑ سے توسل کیا ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ گلپائیگانی نے فرمایا: "حضرت بقیۃ اللہ الاعظم —

مرحوم آیت اللہ گلپائیگانی نے فرمایا: "حضرت بقیۃ اللہ الاعظم۔ ارواحنا فداہ ۔ حجت خدا ہیں۔ سارا عالم ان کے زیر فرمان ہے لیکن یہاں حضرت معصومہؑ کی حکومت ہے۔ تم کریمۂ اہل بیت کی خدمت میں آئے ہو۔ حرم جاؤ۔ وہی سر چھپانے کی جگہ مرحمت کریں گی۔

جناب شیخ اسمٰعیل کہتے ہیں۔ میں حرم مطہر گیا۔ معصومہؑ سے سر چھپانے کی جگہ طلب کی۔ حرم سے باہر نکلا تو ایک شخص سے ملاقات ہوئی جس نے مجھے مناسب گھر کا سراغ بتایا، ایک لاکھ چالیس ہزار تومان میں گھر کی بات ہو گئی۔

آیت اللہ گلپائیگانی کی خدمت میں پہنچا اور واقعہ سنایا تو انہوں نے تیس ہزار تومان عنایت کئے اور کہا کہ کسی اور سے قرض لے۔ میں دوبارہ حضرت معصومہؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور عرض کی: بی بی! کسی ایسے شخص کی طرف میری راہنمائی کر دیجئے جو مجھے قرض دیدے! اس درخواست کے بعد میں حرم سے باہر آیا تو وسط صحن میں میرے ایک جانے پہچانے آدمی سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا خیریت تو ہے۔ نصیب دشمناں میں آپ کو محزون دیکھ رہا ہوں، میں نے واقعہ سنایا۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو قرض دیتا ہوں۔ اسی دن پیسہ کا انتظام ہو گیا۔ اس نے مجھے قرض دیدیا۔ میں نے گھر لے لیا۔ جس دن میں نے قرض ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ دن بھی آ گیا اور میری جیب میں کوئی پیسہ نہیں ہے۔ میں پھر حضرت معصومہؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور عرض کی اے خاتون! دوسری بار میں یہاں خود نہیں آیا ہوں، مجھے بھیجا گیا ہے۔ آج قرض کی ادائیگی کا دن ہے۔ کسی ایسے آدمی کو بھیج دیجئے جو مجھے پیسہ ہبہ کر دے۔

میں حرم سے باہر آیا تو پھر صحن میں ایک جاننے پہچاننے آدمی سے ملاقات ہوئی اس نے بھی یہی کہا: خیریت تو ہے؟ میں آپ کو رنجیدہ و محزون دیکھ رہا ہوں میں نے واقعہ کی تفصیل بتائی تو انہوں نے پوچھا آپ کو کتنا پیسہ چاہئے میں نے کہا تقریباً نوے ۹۰ ہزار تومان۔ اس نے نوے ہزار تومان مجھے ہبہ کر دیئے۔ میں نے وعدہ کے مطابق قرض ادا کیا اور ہمیشہ کے لئے آرام ہوگیا۔

۷ کریمۂ اہل بیت کے مولف نے اپنے ایک معتبر و معتمد دوست سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میری طالب علمی کا ابتدائی زمانہ تھا۔ میری چچا زاد بہن "خرم درہ" میں ساکن تھی خدا نے متعدد بار اسے اولاد عطا کی لیکن سب مر گئے۔ کوئی باقی نہ بچا۔ معصومۂ قم کی زیارت کے لئے قم آئی۔ میں اس زمانے میں دار الشفاء میں رہتا تھا۔ میری چچا زاد بہن نے اپنی آپ بیتی مجھ سے بیان کی اور بہت روئی پیٹی کہا: آپ اس وقت قم میں ہیں۔ یہ حرم اہل بیت ہے اور یہ کریمۂ اہل بیت ہیں۔ باب الحوائج کی لخت جگر ہیں ان ہی سے اولاد زندہ رہنے کی دعا کیجئے۔

انہوں نے پوچھا: میں معصومۂ سے کس طرح توسل کروں! چونکہ میری طالب علمی کا ابتدائی زمانہ تھا، میری سمجھ میں کوئی بات نہ آئی۔ میں نے کہا: آپ ایک دن روزہ رکھیں اور افطار کئے بغیر حرم معصومۂ میں جا کر دعا کریں۔ چنانچہ انہوں نے روزہ رکھا اور افطار کئے بغیر حرم میں پہنچیں اور دختر باب الحوائج سے اپنی حاجت طلب کی اور رات بھر وہیں دعا اور راز و نیاز میں مشغول رہیں۔ چونکہ روزہ رکھا تھا اور گریہ و زاری کی وجہ سے تھک گئی تھی اس لئے نیند آگئی تو خواب میں ایک معظمہ کو دیکھا کہ تشریف لائی ہیں اور

کپڑے میں لپیٹ کر لڑکا مجھے دیا ہے۔ خواب سے بیدار ہوئی تو خوشی خوشی گھر آئی اور وطن چلی گئی۔ اس توسل کے بعد خدا نے انھیں تین بیٹے عطا کئے۔ تینوں زندہ ہیں اور بڑے ہو گئے ہیں۔ خود میری چچازاد بہن بھی زندہ ہیں۔ "خرم دره" میں زندگی بسر کر رہی ہیں۔

۸ ایک مداح اہل بیت بیان کرتا ہے کہ: اہل قم میں سے ایک دیندار حرم کی زیارت کے لئے آرہے تھے ان کے ایک دوست نے کہا: حضرت معصومہؑ کی خدمت میں میرا سلام عرض کیجئے گا اور میری فلاں حاجت روائی کے لئے دعا کیجئے وہ مومن حرم آیا، زیارت پڑھی۔ اپنے دوست کی طرف سے سلام عرض کیا اور خاتون دو سرا کی خدمت میں اس کی حاجت بھی پیش کی۔ جب یہ مومن رات کو سو گیا تو خواب میں حضرت معصومہؑ کو دیکھا کہ فرما رہی ہیں: ہم نے تمہارے دوست کی حاجت پوری کر دی ہے لیکن وہ چالیس دن سے ہمارے یہاں نہیں آیا ہے۔

۹ حرم مطہر کے ایک معتبر خادم سید محمد رضوی مرحوم سے متواتر سند کے ساتھ منقول ہے کہ: میں نے ایک شب خواب میں حضرت معصومہ کو دیکھا کہ آپؑ فرما رہی ہیں: اٹھو! گلدستوں اور مناروں کے چراغ روشن کرو۔ میں نے گھڑی دیکھی تو دیکھا کہ صبح کی اذان میں ۴ گھنٹے باقی ہیں۔ میں دوبارہ سو گیا پھر میں نے وہی خواب دیکھا کہ آپ فرما رہی ہیں: کیا میں نے چراغ روشن کرنے کے لئے نہیں کہا تھا؟ اٹھو! گلدستوں کے چراغ روشن کرو۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا، دیکھا کہ شدید برف باری ہوئی ہے۔ ساری فضا سفید پوش تھی۔ شدید

سردی ہو رہی تھی۔ جبکہ پہلے دن مطلع بالکل صاف تھا، میں صحن حرم میں کھڑا تھا۔ میں نے زائروں کی ایک جماعت دیکھی جو یہ گفتگو کر رہے تھے " معصومہؑ کا ہم جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے۔ اگر تھوڑی دیر اور چراغ روشن نہ ہوتے تو ہم سردی سے ہلاک ہو جاتے ـــــ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ لوگ شدید برف باری کی بنا پر راستہ سے بھٹک گئے تھے اور بیابان میں یہ نہیں سمجھ پا رہے تھے کہ کیا کریں جب حرم کے چراغ روشن ہوئے تو شہر کی سمت کا علم ہوا اور وہ لوگ شہر پہنچے اور شدید سردی سے رہائی پائی۔

۱۰ شیخ حاج حسن علی تہرانی مرحوم کے سلسلہ میں رونما ہونے والا معجزہ

شیخ حاج علی مرحوم آیت اللہ مروارید کے پرنانا ہیں لہٰذا بہتر ہے کہ ان ہی کی زبانی سنا جائے۔ " ۲۳، ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ کو ہم امام رضاؑ کی زیارت کے لئے شرف یاب ہوئے کچھ لوگوں کے ہمراہ آیت اللہ مروارید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور داستان کو ان سے سنا۔ داستان کچھ اس طرح ہے:

حاج حسن علی تہرانی بن حاج محمود تاجر تبریزی اپنے زمانہ کے عالم، میرزائے شیرازی کے شاگرد اور اس عہد کے نمایاں استاد تھے۔ جب میرزا نماز جماعت کے لئے نہیں آتے تھے تو وہی نماز جماعت بھی کراتے تھے اور متقی و نیکوکار و پرہیزگار لوگ ان کی اقتدا کرتے تھے۔ میرزائے شیرازی کے انتقال کے دو سال بعد وہ تہران لوٹ آئے۔ کچھ دنوں کے بعد مشہد تشریف لے گئے، مسجد گوہر شاد میں نماز جماعت پڑھانے لگے۔ جو شخص کسی کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتا تھا وہ ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے لگا۔ بہت سے

فضلاء آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ ۱۴؍ رمضان ۱۳۲۵ھ کو مشہد میں وفات پائی۔

آپ کے بھائی میرزا حاج حسین علی ناصر الدین شاہ کے دربار میں تھے۔ شاہ کے لباس ان ہی کی نگرانی میں سلتے تھے۔ ایک روز حاج حسن مرحوم زیارت امام رضاؑ پڑھنے میں مشغول تھے کہ لوگوں نے آپ کو بھائی کے انتقال کی خبر دی۔ آپ نے بہت گریہ کیا اور امام رضاؑ سے دعا کی۔ میرے بھائی دربار میں تھے۔ یقیناً ان کی گردن پر بہت سے حقوق و مظالم ہوں گے آپ ان کی شفاعت فرما دیجئے۔

تہران سے بڑی شان و شوکت کے ساتھ ان کا جنازہ قم لایا گیا اور ضریح معصومہؑ کا طواف کرانے کے بعد صحن حرم میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اسی شب میں ایک متقی عالم نے خواب میں دیکھا کہ لوگ تہران سے قم کی طرف ایک جنازہ لا رہے ہیں اور عذاب کے فرشتے راستہ میں اس پر عذاب کر رہے ہیں۔ جب جنازہ صحن مطہر میں پہنچا تو عذاب کے فرشتے دروازۂ حرم پر ہی ٹھہر گئے اور معصومہؑ کے احترام میں صحن مطہر میں داخل نہ ہوئے۔ اس وقت حرم مطہر سے ایک معظمہ نکلی اور عذاب کے فرشتوں سے فرمایا: ان کے بھائی نے میرے بھائی سے ان کی شفاعت طلب کی ہے اور بھائی نے مجھ سے ان کی شفاعت کی ہے۔ لہٰذا تم پلٹ جاؤ۔ اور وہ اطاعت کرتے ہوئے پلٹ گئے۔

واضح رہے معصومہؑ کے اتنے ہی معجزات نہیں ہیں بلکہ ہم نے بے شمار معجزات میں سے دس ہی منتخب کئے ہیں تاکہ کتاب کا حجم زیادہ نہ ہو جا۔

زیارت

حضرتِ معصومہؑ کی فضیلت

حضرتِ معصومہؑ کے سلسلہ میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ چودہ معصومینؑ کی زیارت کے بعد جتنی ترغیب آپ کی زیارت کے سلسلہ میں دلائی ہے، اتنی کسی بھی نبی و اولیاء اللہ کے بارے میں نہیں دلائی ہے۔ تین معصومینؑ نے آپ کی زیارت کی تشویق دلائی ہے۔ جن روایات میں آپ کی زیارت کی ترغیب دلائی گئی ہے ان میں سے بعض آپ کی ولادت سے قبل معصومؑ سے صادر ہوئی تھیں، بعض روایات میں تو اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ اس وقت آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے بھی ولادت نہیں پائی تھی۔

تین معصومین کا ارشاد ہے کہ حضرت معصومہ کی زیارت کے ثواب میں جنت نصیب ہوگی ۔ معصومینؑ کی زبان سے حضرت معصومہ کی زیارت کی فضیلت کے سلسلہ میں چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

شیخ صدوق نے صحیح سند کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السلام سے

روایت کی ہے کہ :

من زارھا فلہ الجنۃ[1]

جو ان کی زیارت کرے گا اسے جنّت نصیب ہوگی۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد ہے :

من زار عمتی بقم فلہ الجنۃ[2]

جس شخص نے بھی قم میں میری پھوپھی کی زیارت کی وہ جنتی ہے۔

حضرت امام صادقؑ کا ارشاد ہے :

ان زیارتھا تعادل الجنۃ[3]

زیارت معصومہ جنّت کے برابر ہے۔

حضرت امام رضاؑ کا ارشاد ہے :

یا سعد ؛ من زارھا فلہ الجنۃ او ھومن اھل الجنۃ۔[4]

اے سعد جو شخص بھی ان کی زیارت کرے گا اسے جنت نصیب ہوگی یا وہ اہل بہشت سے ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں امام رضاؑ کے اصحاب کی کتابوں سے روایت کی ہے کہ امام رضاؑ نے سعد بن سعد اشعری کو مخاطب کرکے فرمایا:

---

[1] عیون اخبار الرضا ج ۲ ص۲۶۷ ، ثواب الاعمال ص۹۸ [2] کامل الزیارات ص۳۲۴

[3] تاریخ قم ص۲۱۵ [4] مجالس المؤمنین ج ۱ ص۸۳

نے سعد! تمہارے یہاں ہم میں سے ایک کی قبر ہے۔ سعد نے کہتے ہیں. میں نے عرض کی: میں قربان! وہ دختر امام موسی کاظم حضرت فاطمہؑ کی قبر ہے؟ فرمایا:

نعم من زارها عارفاً بحقها فله الجنة۔ فاذا اَتَیْتَ القبر فقم عند راسها مستقبل القبلة کبر اربعاً وثلاثین تکبیرةً و سبح ثلاثاً وثلاثین تسبیحة واحمد الله ثلاثاً وثلاثین تحمیدةً ثم قل: اَلسَّلَامُ عَلٰی آدَمَ صِفْوَةِ اللّٰہِ... الخ

ہاں، جس شخص نے ان کے حق کی معرفت کے ساتھ انکی زیارت کی وہ جنتی ہے۔ جب تم قبر مطہر کے پاس جاؤ تو سرِ اقدس) کے پاس قبلہ رخ کھڑے ہو کر ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ پڑھو اس کے بعد اس طرح زیارت پڑھو:

السلام علیٰ آدم صفوۃ اللہ ..... الخ

(مفصل زیارت ص۔۔۔ پر ملاحظہ ہو)

آدابِ زیارت

خاندان عصمت وطہارت کے زائرین کو چاہیئے کہ اماکن مقدسہ اور اور روضات مشرفہ پر جبہ سائی سے قبل آداب زیارت کے تحت درج ذیل امور کی رعایت کریں:۔

۱۔ پورے سفر میں گناہ و لغزشوں سے اجتناب کریں کیونکہ اس سے زیارت قبول نہیں ہوتی ہے۔

۲۔ اس سرزمین پر قدم رکھنے سے قبل غسل کریں۔

۳۔ زیارت باوضو کریں۔

۴۔ طاہر و پاک لباس پہنیں۔

۵۔ خوشبو لگائیں۔

۶۔ زیارت سے قبل ایسی چیز نہ کھائیں جس سے دوسروں کو اذیت ہو۔

۷۔ معصومینؑ کے مرقدوں کی زیارت سے قبل رجاءً غسل کریں۔

۸۔ روضۂ امام حسینؑ میں زیارت وارث، زیارت عاشورا، جامعہ کبیرہ، امین اللہ وغیرہ پڑھیں۔

۹۔ جو شخص شب میں غسلِ زیارت کرے وہ غسل صبح تک اور جو شخص دن میں غسل زیارت کریں وہ شام تک کافی ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ وضو کے باطل ہوجانے کے بعد دوبارہ غسل کرے۔

۱۰۔ دروازۂ حرم پر ٹھہر کر اذن دخول پڑھے۔ اگر پڑھنے والے کے دل پر رقت طاری ہوجائے اور اشک جاری ہوجائیں تو اسے اذن دخول سمجھے۔

۱۱۔ اس بات کے پیش نظر کہ حرم، رسول کا دولت کدہ اور ملائکہ کا محل نزول ہے اس لئے خضوع و خشوع اور بھرپور توجہ کے ساتھ حرم میں داخل ہونا چاہئے۔

۱۲۔ رجحانِ قلبی اور خضوع کے ساتھ ظاہری ادب کی رعایت بھی ضروری ہے۔

۱۳۔ حرم میں بلند آواز سے گفتگو نہ کریں۔

۱۴۔ دوسرے زائروں کے لئے مشکل ایجاد نہ کریں۔

۱۵۔ اگر کوئی زائر کچھ معلوم کرنا چاہتا ہے تو ادب کی رعایت کرتے ہوئے اس کی راہنمائی کریں۔

۱۶۔ زائروں اور خادموں کا احترام کریں۔

۱۷۔ معصومینؑ کے حرم میں سامنے کھڑے ہوکر زیارت پڑھیں۔

۱۸۔ معصوم سے منقول زیارت کے متن کو کامل توجہ اور صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھیں۔

۱۹۔ زیارت کے بعد مسجد بالائے سر یا کسی متصل مسجد میں دو رکعت نمازِ زیارت ادا کریں۔

۲۰۔ نمازِ زیارت میں بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ یٰسین اور دوسری میں الحمد کے بعد سورۂ "رحمٰن" پڑھیں۔

۲۱۔ نمازِ زیارت کے قنوت میں خدا سے اپنی اور دیگر مومنین کی حاجتوں کو طلب کریں کہ یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

۲۲۔ نمازِ زیارت کے بعد معصومینؑ سے ماثور، دعا، مکارم اخلاق عالیۃ المضامین وغیرہ پڑھیں۔

۲۳۔ سب سے پہلے حضرت بقیۃ اللہ الاعظم کے فرج کی دعا کریں۔

۲۴۔ نمازِ زیارت اور دعا و نماز کے بعد ادب اور دوسروں کے حق کی رعایت کے ساتھ ضریح مقدس کے قریب جائیں اور بوسہ دیں اور خدا سے راز و نیاز کریں۔

۲۵۔ دور سے زیارت پڑھنے میں بھی ادب کی رعایت ضروری ہے۔

۲۶۔ والدین، بہن بھائی، احباب و اساتذہ، شیعیان امیرالمومنین اور ان لوگوں کی طرف سے زیارت پڑھیں جنہوں نے پڑھنے کی درخواست کی ہو۔

۲۷۔ حرم مطہر اور اولیاء اللہ کے مرقد میں پورے غور و خوض کے ساتھ قرآن پڑھیں۔ اور صاحب مرقد کو ھدیہ کریں۔

۲۸۔ معصومینؑ سے آگے بڑھ کر واجب و مستحب نماز نہ پڑھیں۔

۲۹۔ اگر نماز زیارت کے دوران نماز جماعت شروع ہو جائے تو نماز زیارت کو ترک کر کے نماز جماعت بجا لائیں۔

۳۰۔ حرم سے نکلتے وقت ضریح کی طرف پشت نہ کریں۔

۳۱۔ جب تک حرم میں رہیں خضوع و خشوع کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

۳۲۔ اماکن مقدسہ میں گزشتہ گناہوں پر پشیمانی اور توبہ کے ساتھ مستقبل میں مرتکب نہ ہونے کا قصد کریں۔

۳۳۔ حرم سے رخصت ہوتے وقت زیارت و دعائے وداع پڑھیں اور خدا سے دعا کریں کہ ہمارے لئے یہ زیارت آخری نہ ہو۔

۳۴- لوٹنے کے بعد زیارت کے نور کو اپنی پیشانی پر باقی رکھیں اور گناہ کا ارتکاب نہ کریں۔

مذکورہ آداب تمام اماکن مقدسہ اور عتبات کے لئے ہیں لیکن حرم معصومہؑ کے زائرین کو مذکورہ نکات کی رعایت کے علاوہ اس بات پر بھی توجہ رکھنا چاہئے کہ قم خاندان عصمت و طہارت اہل بیتؑ کا حرم ہے لہٰذا جہاں تک ہو سکے تمام معصومینؑ کو یاد رکھیں اور کم از کم سب پر سلام و درود بھیجیں۔ مفاتیح الجنانؒ محدث قمی نے صلوٰت بر حجج طاہرہ کے عنوان سے نقل کی ہے۔

معصومہ کے پہلو میں خاندانِ عصمت و طہارت کی کچھ اور بی بیاں بھی مدفون ہیں۔ ان کی زیارت سے بھی غفلت نہ کریں۔ کم از کم زیارت کی نیت سے اتنا ضرور پڑھیں:

السلام علیکنّ یا بنات رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ

زیارت کا طریقہ

اس سے قبل ہم وہ حدیث نقل کر چکے ہیں جو علامہ مجلسیؒ نے امام رضاؑ سے نقل کی ہے۔ اس میں امامؑ نے معصومہؑ کی زیارت کی فضیلت و کیفیت بیان کی ہے۔ زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ قبر مطہر کے پاس پہنچ کر آپ کے سراقدس کے نزدیک روبقبلہ کھڑے ہوں۔ اس کے بعد ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ پڑھیں پھر اس طرح زیارت شروع کریں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلسَّلَامُ عَلٰی آدَمَ صَفْوَۃِ اللّٰہِ،

خدا کے برگزیدہ حضرت آدم کو سلام

اَلسَّلَامُ عَلٰی نُوحٍ نَبِیِّ اللّٰہِ،

نبی خدا حضرت نوح کو سلام

اَلسَّلَامُ عَلٰی اِبْرَاهِیمَ خَلِیلِ اللّٰہِ،

خلیل خدا حضرت ابراہیم کو سلام

اَلسَّلَامُ عَلٰی مُوسٰی کَلِیمِ اللّٰہِ،

حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو سلام

اَلسَّلَامُ عَلٰی عِیسٰی رُوحِ اللّٰہِ،

روح خدا حضرت عیسیٰ کو سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ،

اے اللہ کے رسول: آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ،

اے بہترین خلائق آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَفِیَّ اللّٰہِ،

اے برگزیدۂ خدا آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا مُحَمَّدَ بْنَ

اے فرزند عبد اللہ

عَبْدِاللّٰهِ، خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ،

خاتم النبیین آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيَّ

اے امیرالمومنین علی بن ابی طالب

بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ، وَصِيَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ،

وصی رسول اللہ آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْکِ يَا فَاطِمَةُ ،

اے عالمین کی عورتوں کی سردار

سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ ،

فاطمہ آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا سِبْطَيْ نَبِيِّ

اے نبیٔ رحمت کے دونوں نواسو اور

الرَّحْمَةِ، وَ سَيِّدَيْ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ،

اے جوانانِ جنت کے سردارو! آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ،

اے علی بن الحسین سید العابدین

سَيِّدَ الْعَابِدِينَ وَ قُرَّةَ عَيْنِ النَّاظِرِينَ،

دیکھنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدَ بْنَ

اے نبیؐ کے بعد علم کی تہوں تک پہنچنے والے

عَلِيٍّ، بَاقِرَ الْعِلْمِ بَعْدَ النَّبِيِّ،

محمد بن علی آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَعْفَرَ بْنَ

اے راست گو نیکوکار امین جعفر

مُحَمَّدٍ الصَّادِقَ الْبَارَّ الْأَمِينَ،

بن محمد آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُوسَى بْنَ

اے طیب و طاہر موسیٰ

جَعْفَرٍ الطَّاهِرَ الطُّهْرَ،

بن جعفر آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَلِيَّ بْنَ مُوسَى الرِّضَا

اے محبوب خدا علی بن موسیٰ رضا آپ پر سلام

الْمُرْتَضَى، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ

اے محمد بن علی تقی آپ پر سلام

اَلنَّقِيِّ، اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا عَلِيَّ بْنَ مُحَمَّدٍ

اے پاک سرشت و خیر خواہ و امین علی بن محمد

اَلنَّقِيِّ النَّاصِحِ الْأَمِيْنِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا حَسَنَ

نقی آپ پر سلام اے حسن بن علی آپ پر

بْنَ عَلِيٍّ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْوَصِيِّ مِنْ بَعْدِهٖ.

سلام اور ان کے بعد ان کے وصی پر سلام۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نُوْرِکَ وَ سِرَاجِکَ، وَ وَلِيِّ

اے اللہ! اپنے نور و مشعل اپنے ولی کے ولی اور اپنے

وَلِيِّکَ، وَ وَصِيِّ وَصِيِّکَ، وَ حُجَّتِکَ

وصی کے وصی اور اپنی مخلوق پر اپنی حجت پر درود و

عَلٰى خَلْقِکَ.

رحمت نازل فرما۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْکِ يَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ،

اے دختر رسولؐ! آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْکِ يَا بِنْتَ فَاطِمَةَ وَ خَدِيْجَةَ،

اے بنت فاطمہؑ و خدیجہ آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْکِ يَا بِنْتَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ،

اے دختر امیرالمومنین! آپ پر سلام

اَلسَّلامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ،

اے بنتِ حسنؑ و حسینؑ آپ پر سلام

اَلسَّلامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ وَلِيِّ اللّٰهِ،

اے ولی اللہ کی دختر! آپ پر سلام

اَلسَّلامُ عَلَيْكِ يَا اُخْتَ وَلِيِّ اللّٰهِ،

اے ولی اللہ کی خواہر آپ پر سلام

اَلسَّلامُ عَلَيْكِ يَا عَمَّةَ وَلِيِّ اللّٰهِ،

اے ولی اللہ کی پھوپھی آپ پر سلام

اَلسَّلامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرٍ،

اے دختر موسٰی بن آپ پر سلام اور

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ.

خدا کی رحمت و برکات۔

اَلسَّلامُ عَلَيْكِ، عَرَّفَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ فِي

آپ پر سلام خدا ہمارے اور آپ کے درمیان

الْجَنَّةِ، وَ حَشَرَنَا فِي زُمْرَتِكُمْ، وَ أَوْرَدَنَا

جنت میں تعارف کرائے اور ہمیں آپکے زمرے میں محشور کرے، ہمیں

حَوْضَ نَبِيِّكُمْ، وَ سَقَانَا بِكَأْسِ جَدِّكُمْ مِنْ يَدِ

آپکے نبی کے حوض پر وارد کرے۔ آپ کے جد علی بن ابی طالب کے جام سے

عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ،

ہمیں سیراب کرے ۔ خدا کا درود وسلام ہو آپ پر

أَسْئَلُ اللّٰهَ أَنْ يُرِيَنَا فِيكُمُ السُّرُورَ وَ الْفَرَجَ،

خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں آپ کی مسرت وخوشحالی دکھائے

وَ أَنْ يَجْمَعَنَا وَإِيَّاكُمْ فِي زُمْرَةِ جَدِّكُمْ مُحَمَّدٍ،

اور ہمیں اور آپکو آپ کے جد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، وَ أَنْ لاَ يَسْلُبَنَا

زمرے میں جمع کرے ۔ ہم سے آپ کی معرفت کو

مَعْرِفَتَكُمْ، إِنَّهُ وَلِيٌّ قَدِيرٌ،

سلب نہ کرے کہ وہ صاحب قدرت و اختیار ہے۔

أَتَقَرَّبُ إِلَى اللّٰهِ بِحُبِّكُمْ وَ الْبَرَاءَةِ مِنْ

میں آپ کی محبت اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری کے ذریعہ

أَعْدَائِكُمْ، وَالتَّسْلِيمِ إِلَى اللّٰهِ، رَاضِياً بِهِ غَيْرَ

خدا کا تقرب چاہتا ہوں اور اس کے سامنے راضی برضا سراپا تسلیم ہوں انکار

مُنْكِرٍ وَ لاَ مُسْتَكْبِرٍ وَ عَلَى يَقِينِ مَا أَتَى بِهِ

و سرکشی کے ساتھ نہیں اور جو کچھ محمد لائے ہیں اس سے میں راضی

مُحَمَّدٌ وَ بِهِ رَاضٍ، نَطْلُبُ بِذٰلِكَ وَجْهَكَ

ہوں ۔ اس عقیدہ کے ساتھ میرے سید و سردار! میں آپ کے

يَا سَيِّدِي، اَللّٰهُمَّ وَ رِضَاكَ وَ الدَّارَ الْآخِرَةَ.

لطف و کرم کا امیدوار ہوں۔ اے اللہ! تیری رضا اور آخرت کے گھر (جنت) کا خواستگار

يَا فَاطِمَةُ اشْفَعِي لِي فِي الْجَنَّةِ،

ہوں۔ اے فاطمہ (معصومہ) جنت کیلئے میری شفاعت فرمادیجیے کہ

فَإِنَّ لَكِ عِنْدَاللّٰهِ شَأْناً مِنَ الشَّأْنِ.

خدا کے نزدیک آپ کی بڑی عظمت ہے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ أَنْ تَخْتِمَ لِي بِالسَّعَادَةِ،

پروردگارا! میری عاقبت باخیر فرما۔

فَلاَ تَسْلُبْ مِنِّي مَا أَنَا فِيهِ، وَ لاَ حَوْلَ وَ لاَ قُوَّةَ

میرے عقائد کو مجھ سے سلب نہ کر۔ عظیم و اعلیٰ خدا کے علاوہ

إِلاَّ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ. اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لَنَا، وَ تَقَبَّلْهُ

کوئی طاقت وقوت نہیں ہے۔ اے اللہ! میری دعا مستجاب فرما اور

بِكَرَمِكَ وَ عِزَّتِكَ، وَ بِرَحْمَتِكَ وَ عَافِيَتِكَ، وَ

اپنے کرم، عزت، رحمت اور عافیت سے اسے قبول فرما۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ أَجْمَعِينَ،

اے ارحم الراحمین محمد و آل محمد پر

وَ سَلَّمَ تَسْلِيماً يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

سلام و درود نازل فرما۔

قم میں ائمہ کی اولاد کے مرقد

واضح رہے کہ ائمہ کے جن بیٹوں کی شرافت و عظمت مسلّم اور مدفن و مرقد بھی معلوم اور براہ راست امام کے صلب سے ہیں، ایسے امام زادگان کی قم میں کیا بلکہ ایران ہی میں تعداد بہت کم ہے۔ بہت سے فرزندان ائمہ ایسے ہیں جو امام کے صلب سے ہیں لیکن عظمت و جلالت مسلّم نہیں ہے اور اکثر ایسے بھی ہیں جن کی قدر و منزلت مسلّم ہے لیکن ان کی قبر کا پتہ نہیں ہے، جیسے علی بن جعفر، حمزہ بن موسیٰ بن جعفر اور بعض دونوں جہت سے مجہول ہیں۔

ائمہؑ کے جو فرزند قم اور قم کے مضافات میں دفن ہوئے ہیں اور جن کے مرقد معلوم ہیں ان میں سے چند ہی براہ راست و بلا واسطہ ائمہ کے صلب سے ہیں ان ہی میں سے ایک فاطمہؑ معصومہؑ ہیں جو کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ کے صلب مطہر سے ہیں، دوسرے زینبؑ، ام محمد اور میمونہ حضرت امام محمد تقیؑ کے صلب سے ہیں اور یہ سب حرم حضرت معصومہؑ میں مدفون ہیں۔

موسیٰ مبرقع

ایک اور فرزند بلافصل امام، موسیٰ بن امام محمد تقیؑ ہیں جو کہ موسیٰ مبرقع کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ قم میں اپنے ہی گھر میں، موجودہ خیابان طالقانی (آذر) پر چہل اختران کے قریب دفن ہوئے ہیں۔ ان کے مزار کی تعمیر نو ہوئی ہے۔ رضوی سادات ان ہی کی نسل سے ہیں۔

تاریخ قم میں مرقوم ہے کہ سادات رضویہ میں سے پہلے ابوجعفر موسیٰ بن محمد بن علی رضاؑ سنہ ۲۵۶ھ میں مدینہ سے قم تشریف لائے تھے۔ وہ زیادہ تر برقع (نقاب) میں رہتے تھے یہاں تک کہ بعض عرب نے کہلوایا کہ آپ کو ہماری ہمسائیگی سے باہر چلا جانا چاہئے چنانچہ آپ قم سے کاشان منتقل ہو گئے۔ یہاں احمد بن عزیز بن دلف العجلی نے آپ کی بہت عزت کی، یہاں تک خلعت بھی عطا کیا اور سال میں انھیں ایک ہزار مثقال سونا اور ایک آراستہ گھوڑا دینے کا حکم دیا۔ ابوالصدیم الحسین بن علی بن آدم اور عرب کے ایک اور رئیس ان کے پیچھے پیچھے آئے اور انھیں قم سے نکالنے پر اہل قم کی مذمت کی، مختصر یہ کہ معذرت کے بعد آپ دوبارہ قم تشریف لے آئے۔

شاہ حمزہ

شاہ حمزہ بن موسیٰ بن جعفر اور شیراز کے شاہ چراغ احمد بن موسیٰ کاظمؑ ایک ہی ماں سے ہیں اور سلاطین صفویہ کے جد اعلیٰ ہیں۔ وسط شہر قم میں ان کا روضہ ہے اگرچہ ان کے مدفن کے سلسلہ میں اختلاف ہے[1]۔

[1] تاریخ قم ص۱۲۶

شاہ احمد

شہزادہ حمزہ کے پہلو میں شہزادہ احمد کا مدفن ہے۔ آپ امام موسیٰ بن جعفرؑ کی اولاد سے ہیں۔ صاحب تاریخ قم نے یہ تو لکھا ہے کہ شہزادہ موسیٰ بن جعفرؑ کی اولاد سے ہیں اور قم میں وفات پائی ہے لیکن ان کی قبر کی تعیین نہیں کی ہے۔ ممکن ہے اس بقعہ میں جو مدفون ہیں وہ احمد ہی ہوں۔ اس بنا پر آپ کا نسب شریف یہ ہے:

احمد بن اسحٰق بن ابراہیم بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام۔

علی ابن جعفرؑ

آپ کی قبر بھی معین نہیں ہے بعض نے مدینہ، بعض نے قم اور بعض نے سمنان میں بتائی ہے۔ لیکن شرح من لا یحضرہ الفقیہ میں صریح طور پر لکھا ہے کہ آپ کا مدفن قم میں ہے۔

سلطان علیؑ

سلطان علی بن امام محمد باقرؑ بھی ان جلیل القدر اشخاص میں سے ہیں جو بلافصل صلب امام سے ہیں اور اردھال قم میں مدفون ہیں۔ اطراف و اکناف کے لوگ ہمیشہ ان کی زیارت کو جاتے ہیں۔ ماضی میں شب جمعہ کو وہاں بہت جم غفیر ہوتا تھا۔

اسماعیل

آپ کے مزار کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا نام محمد بن عبداللہ بن حسین

بن علی بن امام جعفر صادقؑ ہے۔ صاحب تاریخ قم فرماتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ قم سے بغداد چلے گئے تھے اور نہروان میں شہید کر دیئے گئے تو لوگ ان کا تابوت قم لے آئے اور رضائیہ مسجد کے نزدیک دفن کر دیا۔ قم میں مدفون ائمہ کے بیٹوں میں سے کسی اور کو شہید نہیں لکھا گیا ہے۔ آپ کا مزار سید سربخش میں ہے۔

چہل اختران

"چہل اختران قم" ایک مزار ہے اس پر ایک عبارت مرقوم ہے کہ اس بقعہ میں چند سادات کی قبریں ہیں جو کہ عبارت ہیں:

۱۔ ابو جعفر موسیٰ بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کہ جنھوں نے ۲۹۶ھ ربیع الثانی کے آخر میں وفات پائی۔

۲۔ بریہہ زوجہ موسیٰ بن محمد۔

۳۔ ابو علی محمد بن موسیٰ بن محمد بن علی الرضا علیہم السلام ہیں۔ آپ نے ۳۱۵ھ ربیع الاول میں وفات پائی۔

۴۔ محمد بن موسیٰ بن محمد۔

۵۔ زینب بنت موسیٰ مبرقع اور ام محمد بنت احمد بن ابو علی محمد بن احمد بن موسیٰ بن محمد بن علی الرضا علیہم السلام ہیں۔ آپ نے ۳۴۳ھ ربیع الثانی میں وفات پائی۔

۶۔ فاطمہ بنت محمد بن احمد بن موسیٰ بن محمد بن علی الرضا علیہم السلام ہیں۔ آپ نے ۳۴۳ھ شوال میں وفات پائی۔

۷۔ بریہہ بنت محمد بن احمد بن موسیٰ مبرقع ۔

۸۔ ابوعبد اللہ احمد بن احمد بن موسیٰ مبرقع نے ۱۵ صفر ۳۵۸ھ کو جمعرات کے روز وفات پائی۔

۹۔ ام سلمہ بنت محمد بن احمد بن موسیٰ بن محمد بن علی رضا ع

۱۰۔ ام کلثوم بنت محمد بن احمد بن موسیٰ بن محمد بن علی الرضا ہیں۔ دیگر افراد کے نام معلوم نہیں ہیں۔

سلطان محمد شریف

سلطان محمد شریف اسی محلہ میں مدفون ہیں جو ان ہی کے نام سے موسوم ہے۔ آپ کے مزار پر ضریح و گنبد نصب ہے۔ آپ حضرت زین العابدینؑ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا نسب اس طرح ہے: سلطان محمد شریف بن علی بن محمد بن حمزہ بن احمد بن محمد بن اسمٰعیل بن محمد بن عبد اللہ الباہر بن امام زین العابدین علیہ السلام عبد اللہ باہر اور امام محمد باقرؑ ایک ماں کے بطن سے ہیں۔ باہر اس لئے کہتے ہیں کہ حسین تھے۔ سلطان محمد شریف کی کنیت ابوالفضل ہے۔

شاہ احمد قاسم

شاہ احمد قاسم بن احمد بن علی بن جعفر صادق علیہم السلام کے روضہ کے کتبہ پر مرقوم ہے کہ آپ موسیٰ بن جعفر کی اولاد سے ہیں لیکن تاریخ قم میں مرقوم ہے کہ آپ امام حضرت جعفر صادق ؑ کی اولاد سے ہیں۔ آپ ہی کے پاس

آپ کی بہن فاطمہ بھی مدفون ہیں ۔ یہ مزار اس وقت خیابان معلم کے چوراہے سے متصل ہے ۔ اور سلطان محمد شریف اور شاہ احمد بن قاسم کے مرقد کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے ۔ دونوں پر عقیدت مندوں کی آمد و رفت رہتی ہے ۔

شاہزادہ ناصرالدین

شاہزادہ ناصرالدین کا مقبرہ مسجد امام حسنؑ کے دروازہ کے مقابل میں تھا جو کہ بقعۂ احمد بن اسحٰق کے نام سے مشہور تھا ۔ آپ کا نسب اس طرح ہے: علی بن مہدی بن محمد بن حسین ابن زید بن محمد بن احمد بن جعفر بن عبدالرحمٰن بن محمد البطحانی بن قاسم بن حسن بن زید بن امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اب شہزادہ ناصرالدین سے مشہور ہیں

مزارِ خاک فرج

محلہ خاک فرج میں دریائے قم سے کچھ فاصلہ پر اور سڑک سے متصل ایک مزار ہے جس کی فی الحال از سر نو تعمیر ہو رہی ہے ۔ بعض ثقہ لوگوں کا کہنا ہے کہ قبر پر حارث بن زید بن علی بن الحسین مرقوم تھا لیکن اب شہزادہ احمد کے نام سے مشہور ہیں اور امام زین العابدین کی اولاد سے ہیں ۔ اس مزار پر گنبد و ضریح نصب ہے ۔

شاہ ابراھیم و شاہ محمد

ریلوے اسٹیشن کے نزدیک ہی دونوں کے مزار ہیں ۔ اینٹوں کی عمارت سے دونوں کے مزار پر ایک ہی ضریح ہے ۔ ان کا نسب شریف اس طرح ہے : ابراہیم

بن محمد بن حسن بن ابراہیم بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام اور محمد بن حسن بن احمد بن اسحٰق بن ابراہیم بن احمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام۔

شاہ جعفر

شاہ ابراہیم کے مزار سے کچھ فاصلہ پر آپ کا مزار واقع ہے اوسط درجہ کی عمارت وگنبد ہے ظاہراً امام موسیٰ بن جعفر کی اولاد سے ہیں۔ اور آپ کا نسب شریف اس طرح ہے۔ جعفر الدقاق بن محمد بن احمد بن ہارون بن موسیٰ بن اسمٰعیل بن محمد بن عبداللہ الباہر بن امام زین العابدین کی اولاد سے ہیں اس مزار کی کچھ موقوفہ زمین بھی ہے۔

شہزادہ عبداللہ

سید معصوم کے مزار سے نصف فرسخ کے فاصلہ پر دائیں طرف آپ کا مزار واقع ہے۔ کہتے ہیں شہزادہ عبداللہ امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ اس مزار کیلئے بھی کچھ زمین وقف ہے۔

شاہ سید علی

آپ کا مزار دروازۂ رے کے باہر ہے۔ اس پر گنبد ہے۔ مرقد پر یہ عبارت مرقوم ہے۔ شاہ سید علی بن ابراہیم بن جعفر بن عباس بن امیرالمؤمنین ممکن ہے آپ کا نسب شریف یہ ہو: شاہ سید علی بن احمد بن محمد بن علی بن عبداللہ بن

عبداللہ بن جعفر بن محمد ابن علی بن ابیطالب علیہم السلام۔

ہادی و مہدی

جمکران میں دو مرقد واقع ہیں ان میں سے ایک عمارت نسبتاً محکم و عالی ہے۔ ایک قبر ہادی و مہدی کی ہے اور دوسری شاہ زادہ ناصرالدین کی ہے جو کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ان کے نام بھی مزرعہ جمکران میں کچھ زمین وقف ہے۔ اس صحن میں دو قبریں اور ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی ہے اور ایک چھوٹی۔ کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک شاہزادہ جعفر اور دوسری سکینہ خاتون کی ہے۔ یہ دونوں ناصرالدین کے بیٹے، بیٹی ہیں۔

شاہ جعفر غریب

مسجد جمکران سے نزدیک کاشان کے پرانے راستہ پر آپ کا مزار ہے، کہتے ہیں کہ آپ امام موسیٰ بن جعفر کے پوتے ہیں۔ کچھ فاصلہ پر شاہ جمال کا مزار ہے۔ آپ بھی موسیٰ بن جعفر کے پوتوں میں سے ہیں۔ آپ کا نسب اس طرح ہے: محمد جمال بن جعفر بن حسین بن علی بن محمد بن دیباج بن امام جعفر صادق علیہم السلام۔ اطراف کی زمین مزار کے نام وقف ہے۔

علی رضا

آپ امام زادہ حاجی صفر کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار شہر سے

ڈیڑھ فرسخ دور مسجد مہکران کے نزدیک ہے۔ کہتے ہیں امام زادہ علی رضا حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی اولاد سے ہیں۔ ممکن ہے آپ کا نسب شریف یہ ہو، علی رضا بن محمد بن رضی الدین محمد بن محمد بن زید بن علی بن حسین بن حسن بن علی بن شرف بن علی بن محمد بن علی بن علی الحوری بن حسن الافطس بن علی بن زین العابدینؑ آپکے نام ایک باغ اور کچھ زمین وقف ہے۔

شاہ طیب و طاہر

دروازہ رے سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر اوسط درجے کا مقبرہ ہے جس کا مختصر صحن ہے۔ مشہور ہے کہ یہ شاہزادہ طیبؒ شاہزادہ طاہر کا مدفن ہے جو حضرت زین العابدین علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ احتمال دیا ہے کہ شہزادہ طیب و شہزادہ طاہر و مطہر حضرت حسن مجتبیٰؑ کی اولاد سے ہیں۔ اس بنا پر ان کا نسب اس طرح ہے، مطہر و طاہر ابنائے احمد بن محمد بن طاہر بن احمد بن محمد بن جعفر بن عبد الرحمٰن الشجری بن قاسم بن حسن بن زید بن امام حسنؑ کیونکہ معتبر کتابوں میں امام زین العابدین کے دو بیٹوں کے یہ نام نہیں ملتے ہیں۔ زائرین کے لئے بہت بڑا حوض بنایا گیا ہے۔ گرمیوں میں ہر سال وہاں بہت سے لوگ زیارت کو جاتے ہیں۔ مزار کے نام معتد بہ مقدار میں زمین وقف ہے۔ شاہ طیبؒ طاہر کے مقبرہ سے کچھ فاصلہ پر قلعہ نجم آباد کے نزدیک ایک اور مقبرہ ہے کہتے ہیں کہ شاہزادہ عبد الرحمٰن اور شاہزادہ عبد اللہ اور خدیجہ خاتون، مریم خاتونؒ زینب خاتون، رقیہ خاتون اور فاطمہ خاتون کا مقبرہ ہے جو کہ امام موسیٰ بن جعفر

کی اولاد سے تھیں۔

بابا مسافر

باغ شاہ قم میں ایک قدیم طرز کا مقبرہ ہے۔ مشہور ہے کہ اس میں بابا مسافر مدفون ہیں جو کہ ایک درویش و صوفی تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ امام رضاؑ و محمد تقیؑ کے اصحاب خدام سے تھے۔ یہ امام موسیٰ بن جعفرؑ کے قید و شہید کئے جانے کے راوی ہیں۔ منہج المقال میں ہے کہ آپ امام رضاؑ کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ خراسان میں امام رضاؑ نے ان سے فرمایا تھا کہ میری شہادت کے بعد میرے بیٹے جوادؑ سے تمسک رکھنا کہ میرے بعد وہ امام ہیں۔ چنانچہ امام رضاؑ کی شہادت کے بعد وہ امام محمد تقیؑ کی خدمت میں رہنے لگے اور امام نے انھیں قم کے اوقاف کا متولی مقرر کر دیا۔ بہبہانی مرحوم فرماتے ہیں کہ وہ قم میں حضرت امام محمد تقیؑ کے وکیل تھے۔

شاہ اسمٰعیل

آپ ائمہ کی اولاد میں سے ہیں کہ جن کے مرقدوں کا زمانہ قدیم سے وہاں لوگ طواف کرتے ہیں۔ آپ کا مقبرہ ۶۱ھ میں بنایا گیا۔ جس پر تین سواروں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں اور مزار کی عمارت پر چاروں طرف اشعار مرقوم ہیں۔ قم سے اس مرقد کی مسافت چھ فرسخ ہے۔ یہ مرقد قریہ بیرمان کے پہاڑ کے درمیان واقع ہے۔ مشہور ہے کہ آپ امام جعفر صادقؑ کی اولاد سے ہیں۔ ظاہراً

ان کا نسب شریف یہ ہے۔ اسمٰعیل بن احمد بن الحسین الجندوعی ابن احمد صاحب السجاد ابن احمد ابن جعفر ہیں ۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ امام سے ان کا سلسلہ کتنی پشتوں کے بعد ملتا ہے۔ عمارت وصحن کے اطراف میں بنے ہوئے کمروں کی حالت اچھی ہے ۔

قم کے مضافات کے کچھ اور قریوں جیسے کہک، بیدہند، قاسم آباد، میم، قباد بزن میں بھی ائمہ کی اولاد کے مرقد ہیں ۔

قم کی مساجد

مسجد امام حسن عسکریؑ

یہ پرانی عمارتوں میں سے ایک ہے۔ کہتے ہیں کہ احمد بن اسحٰق اشعری قمیؒ نے امام حسن عسکریؑ کے حکم سے تعمیر کرائی تھی۔ بدیہی ہے کہ بعد میں بھی اس میں اضافات ہوئے ہوں گے، چونکہ یہ مسجد امامؑ کے حکم سے احمد بن اسحٰق جیسے بزرگ انسان کے ذریعہ تعمیر ہوئی تھی اس لئے اس میں ہر لحاظ سے حلال اور قصد قربت کے ساتھ اموال خرچ ہوا ہے چنانچہ اسی زمانہ سے یہ مسجد عبادت و روحانیت کا مرکز رہی ہے۔ اور زمانۂ قدیم سے ہی ہمیشہ قم کے متقی و عظیم علماء نے اس میں نماز جماعت کرائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے حاج علی نقی کاشانی بھی ایک متقی تاجر تھے کہ جنہوں نے مسجد کی تجدید کرائی ہے۔ ایران میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد سے مذکورہ مسجد میں اور چار چاند لگ گئے ہیں۔ ہر سال ماہ رجب میں ہزاروں کی تعداد میں علماء، طلبہ اور عام لوگ اس مسجد میں اعتکاف میں بیٹھتے ہیں اور روحانیت پرور

ماحول کا سماں باندھتے ہیں کہ بے عمل افراد بھی اس کیفیت سے متاثر ہو کر عبادت کی چاشنی کا مزہ چکھنا چاہتے ہیں۔ مسجد کے گوشہ و کنارے سے تلاوت کلام پاک، دعاؤں وظائف اور درود و سلام ہی کی صدائیں آتی ہیں اور آپس میں اگر ملاقات بھی ہوتی ہے تو دنیوی باتوں کا سلسلہ نہیں چھیڑتے ہیں بلکہ سلام کے بعد صرف تَقَبَّلَ اللّٰہ کہتے ہیں۔ دعا ہے کہ خدا اسلامی جمہوریہ کے سایہ میں اس روحانیت پرور ماحول کو ہمیشہ زندہ رکھے "آمین!"۔

جامع مسجد

یہ مسجد بھی بہت ہی قدیم عمارتوں میں سے ہے۔ یہ تو صحیح طور پر معلوم نہیں ہے کہ کس تاریخ میں بنیاد رکھی گئی تھی۔ لیکن بالائے ایوان پر ۵۲۹ھ مرقوم ہے۔ اسلامی انقلاب کے بعد نماز جمعہ پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور مسجد مذکورہ میں نہ سما سکا۔ نیز عام اجتماع کے لئے اس کا صحن وغیرہ کافی نہ تھا اس لئے ایک نئی اور عظیم مسجد بیت المقدس کی شبیہ بنائی گئی کہ جس کو "مصلائے قدس" کہتے ہیں۔ اس مسجد میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے اور عظیم اجتماعات بھی اسی میں منعقد ہوتے ہیں اسی میں حوزہ علمیہ قم کے طلبہ کے امتحانات بھی ہوتے ہیں۔ یہ مسجد دریائے قم کے کنارے پر واقع ہے۔ دوسری طرف صفائیہ چوک واقع ہے کہ جس پر قم کے اطراف سے سواریاں بہ آسانی پہنچتی ہیں۔ مسجد کے اوپر بیت المقدس کی شبیہ کا گنبد بنایا گیا ہے۔ تا کہ مسلمانوں کو مغصوب بیت المقدس کی یاد دلاتا رہے۔

مسجد عشق علی

یہ بھی قدیم ترین مساجد میں سے ایک ہے۔ پہلے مسجد پر گنبد بھی تھا لیکن تجدید کے بعد والی عمارت پر گنبد نہیں ہے۔ موجودہ عمارت بہت مضبوط و مستحکم ہے۔ مسجد کے بانی اور پیش نماز مرحوم حاج ملا حسین تھے۔ ناصرالدین کے زمانہ میں بنائی گئی تھی۔ یہ مسجد گزرخان سے مختصر فاصلہ پر واقع ہے۔

مسجد جمکران

جمکران کی مقدس و پرشکوہ مسجد کی داستان کو شیعوں کے بڑے بڑے محدثین و مورخین نے اپنی کتابوں میں، جناب حسن بن مثلہ جمکرانی سے جو کہ درست اندیش نیک کردار محب اہل بیت تھے، اس طرح نقل کیا ہے:

"۲۹۳ھ ق، ۱۷ رمضان المبارک منگل کی شب تھی، میں جمکران گاؤں میں اپنے گھر سو رہا تھا، آدھی رات گزر چکی تھی کہ اچانک کچھ لوگ میری سرائے میں وارد ہوئے، مجھے نیند سے بیدار کیا اور کہنے لگے: "حسن اٹھو! اور اپنے مولا حضرت مہدی صاحب الزمان کی آواز پر لبیک کہو۔" میں اٹھا تاکہ خود کو دیدار کے لئے آمادہ کروں۔ میں نے کہا: اتنی مہلت دیجئے کہ لباس پہن لوں۔ تاریکی اور سراسیمگی کی حالت میں پہننے کے لئے لباس اٹھایا۔ انہوں نے آواز دی: حسن اس لباس کو نہ پہنو! یہ تمہارا نہیں ہے۔ میں نے اسے رکھ دیا اور اپنا لباس پہن لیا۔ اس کے بعد

پائجامہ اٹھایا کہ پھر ندا آئی : یہ پائجامہ بھی تمہارا نہیں ہے، اپنا پائجامہ اٹھاؤ۔ اسے بھی میں نے رکھ دیا اور دوسرا پائجامہ پہنا۔ اس کے بعد دروازہ کھولنے کے لئے میں کلید تلاش کرنے لگا۔ پھر آواز آئی کہ حسن! دروازہ کھلا ہوا ہے، جب میں دروازے پر آیا تو بزرگوں کی ایک جماعت کو دیکھا، سلام کیا۔ انہوں نے بھی گرمجوشی اور محبت کے ساتھ جواب دیا اور میری تحسین کی۔ انہوں نے میری اس جگہ کی طرف راہنمائی کی جہاں اس وقت مسجد جمکران ہے۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو وہاں ایک تخت نظر آیا کہ جس پر بہترین چادر بچھی اور فاخرہ گاؤ تکئے لگے تھے۔ اس تخت پر ایک باوقار تیس سالہ جوان بیٹھا تھا، اس مجلل لباس طاہران کے پاس ہی ایک سن رسیدہ بزرگوار بھی بیٹھے تھے اور جو ان کے سامنے ایک کتاب پڑھ رہے تھے اور میں اسی وقت ان کے اطراف میں ساٹھ آدمیوں سے زیادہ کہ جن میں سے بعض نے سفید اور بعض نے سبز لباس پہن رکھے تھے نماز و دعا میں مشغول تھے۔ (مجھے یہ محسوس ہوا کہ وہ جوان امام زمانہ (ع) اور وہ بزرگوار حضرت خضر علیہ السلام ہیں)۔ حضرت خضر علیہ السلام نے مجھے بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ اس وقت امام زمانہ نے فرمایا:

"حسن! تم اس زمین کے کاشتکار حسن بن مسلم کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تم پانچ سال سے اس زمین میں کھیتی کر رہے ہو لیکن ہم اسے خراب کر دیتے ہیں۔ یہ زمین بہت اچھی ہے اور خدا نے

اسے برگزیدہ کیا اور اسے سرفراز کیا ہے، اس سال بھی تم اس میں کھیتی کرنا چاہتے ہو حالانکہ اس کا تمہیں حق نہیں ہے۔ اس زمین سے ابھی تک تم نے جتنا فائدہ اٹھایا ہے اسے واپس کرو تاکہ اس جگہ مسجد بنائیں۔ اس غلط کام کی سزا میں، جو کہ تم نے انجام دیا اور اس زمین کو اپنی زمین میں شامل کیا، تمہارے دو بیٹے لے لئے لیکن تمہیں ہوش نہیں آیا اگر اب ایسا کروگے تو خدا کی طرف سے تمہیں ایسی سزا ملے گی جس کے بارے میں تم نے سوچا نہ ہوگا۔" میں نے آپ کی دل نشین باتیں سن کر عرض کی: "اے میرے آقا و مولا اس پیغام کے لئے میرے پاس کوئی علامت ہونی چاہئے کیونکہ علامت کے بغیر لوگ میری بات کو قبول نہیں کریں گے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم یہاں ایک نشان چھوڑ جائیں گے جو تمہاری بات کی تصدیق کرے گا، تم جاؤ، اور ہمارا پیغام پہنچا دو:

مسجد جمکران کی بنیاد کا حکم

اس کے بعد فرمایا: پہلے سید ابوالحسن کے پاس جاؤ تاکہ وہ تمہارے ساتھ آئیں اور حسن بن مسلم کو بلائیں اور چند سال کا منافع سے وصول کریں اور مسجد کی تعمیر میں خرچ کریں اور بقیہ مخارج کے لئے "رہق" جو کہ "اردھال" میں ہماری ملکیت ہے، اسے لائیں اور مسجد کی

تعمیر کو مکمل کریں. "قریہ ربق" کا نصف حصہ ہم نے اس مسجد کیلئے وقف کیا ہے ۔ ہر سال اس کی آمدنی لائیں اور مسجد کے امور میں خرچ کریں ۔

مسجد جمکران کے آداب

لوگوں سے کہو کہ وہ اس جگہ آئیں اور اس کو محترم سمجھیں اور یہاں چار رکعت نماز پڑھیں۔

۱۔ پہلے دو رکعت تحیت مسجد کی نیت سے پڑھیں۔ نماز کا طریقہ یہ ہے کہ سورۂ حمد کے بعد ہر رکعت میں سات مرتبہ سورۂ اخلاص (قل هو الله احد) پڑھے اور رکوع و سجود کے ذکر کو بھی سات بار ادا کرے ۔

۲۔ مسجد کی نماز تحیت سے فراغت کے بعد دو رکعت نماز "صاحب الامر" کی نیت سے پڑھیں ۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ: نیت کے بعد سورۂ حمد شروع کرے اور "ایاک نعبد و ایاک نستعین" تک پہنچ کر اس جملہ کو سو مرتبہ پڑھیں اور اس کے بعد سورۂ حمد کو تمام کریں اور اس کے بعد ایک مرتبہ سورۂ اخلاص (قل هو الله احد) پڑھ کر رکوع میں جائیں اور رکوع و سجود کے ذکر کو سات بار دھرائیں اور دوسری رکعت کو بھی اسی طرح بجا لائیں۔

نماز تمام کرنے کے بعد ایک تسبیح تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) کہیں اس کے بعد تسبیح جناب فاطمۂ زہرا روحی سلام اللہ علیہا" پڑھیں اور پھر سجدہ میں جائیں اور سو مرتبہ پیغمبرؐ اور آپؐ کی آل پر درود بھیجیں"۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص اس جگہ دو رکعت نماز پڑھے گا اس کی مثال ایسی ہے جیسے اس نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے"۔

میں پیغام پہنچانے کی غرض سے چلا، ابھی کچھ دور نہیں چلا تھا کہ مجھے دوبارہ طلب کیا اور فرمایا: "حسن! جعفر کاشانی چرواہے کے گلے میں ایک پر بال ابلق بکری ہے اس میں سیاہ و سفید کی سات علامتیں ہیں، ایک طرف تین علامتیں ہیں اور دوسری طرف چار ہیں، تم لوگوں کی مدد سے اپنے ذاتی پیسے سے اس بکری کو خرید لو اور کل رات کو اسے یہاں لاکر ذبح کرو۔ بدھ کے دن ۱۸، رمضان کو اس کا گوشت بیماروں میں تقسیم کرو کہ خدا اس گوشت کے وسیلے سے انھیں شفا عطا کرے گا۔" یہ علامتیں سننے کے بعد میں اپنے گھر کی طرف پلٹا۔ پوری رات فکر میں گزر گئی، یہاں تک صبح نمودار ہوئی، میں نے نماز ادا کی اور اپنے فریضہ کی انجام دہی کا آغاز کیا۔

چونکہ ہمارا مقصد داستان کا خلاصہ بیان کرنا ہے اس لئے حسن بن مثلہ کی زبانی نقل کئے جانے والے قصہ سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ "حسن بن مثلہ"

گزشتہ شب کا ماجرا اپنے دوست علی بن منذر سے بیان کرتے ہیں اور وہ دونوں اس مقدس جگہ پر جاتے ہیں جہاں گزشتہ شب میں اسے لے گئے تھے۔ معائنہ کے بعد ان علامات کو دیکھا کہ جن کے بارے میں امام زمانہ علیہ السلام نے فرمایا تھا اور وہ علامتیں عبارت ہیں زنجیروں اور کیلوں سے کہ جن کو نصب کرکے مسجد کی حدود کو معین کیا گیا تھا۔

اس کے بعد وہ قم آتے ہیں "سید ابوالحسن" کی خدمت میں پہنچتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ ان کے منتظر ہیں، کیونکہ گزشتہ شب خواب میں سارے واقعہ کی خبر دیدی گئی تھی۔

پھر وہ باہم جمکران جاتے ہیں۔ درمیان راہ، جعفر کاشانی چرواہے کا گلہ دیکھتے ہیں۔ جیسے ہی حسن بن مثلہ گلے کے پاس جاتے ہیں، دیکھتے ہیں وہ بکری جس کی علامات امام زمانہ علیہ السلام نے فرمائی تھیں، گلہ کے پیچھے پیچھے ان کی طرف آرہی ہے، وہ بکری کو پکڑتے ہیں اور جعفر کے پاس جاتے ہیں تاکہ اس کی قیمت ادا کریں اور جعفر تعجب کے ساتھ قسم کھاتا ہے کہ میں نے آج تک اس بکری کو نہیں دیکھا تھا۔

اس طرح بکری کو اس جگہ لاتے ہیں جہاں لانے کا حکم ملا تھا، ذبح کرتے ہیں، بیماروں کو دیتے ہیں کہ سب کو شفا نصیب ہوتی ہے۔ اس کے بعد مسجد جمکران کا نقشہ بناتے ہیں، اور اس کی بنیاد رکھتے ہیں اور "اردھال" کے اموال و منافع اور املاک سے چھت ڈلتے ہیں اور زنجیروں اور کیلوں کو، جو کہ مخصوص انداز میں آراستہ تھیں، ابوالحسن اپنے گھر لے جاتے ہیں کہ جب بھی باعقیدہ و اخلاص بیمار انھیں پکڑتے تھے خدا کی رضا سے شفا پاتے تھے۔

سید ابوالحسن مرحوم کے انتقال کے بعد، ان کے بیٹوں میں سے ایک بیمار ہو گیا اور شفایابی کے لئے اس صندوق کے پاس گیا جس میں وہ زنجیر اور کیلیں تھیں تا کہ اس سے بدن مس کر کے خدا سے شفایابی کی دعا کرے لیکن دیکھا کہ صندوق خالی ہے، بہت تلاش کیا لیکن نہیں مل سکیں۔

یہ تھی حسن بن مثلہ جمکرانی کے دیدار مسجد جمکران بنانے کے حکم کی داستان۔

(بحار الانوار ج ۵۳ ص ۲۳۰، عبقری الحسان ج ۲ ص ۱۴۳، نجم الثاقب ص ۲۹۳، الزام الناصب ج ۱ ص ۵۵)

مسجد جمکران، شعبۂ تحقیقات، قم

مسجد جمکران میں امام زمانہؑ کے معجزات

مسجد جمکران میں رونما ہونے والے بے شمار معجزات موثق و معتبر لوگوں سے کتابوں میں نقل ہوئے ہیں۔ لیکن ہم ان میں سے ۱۲ جمادی الاوّل ۱۴۱۴ھ کی شب میں رونما ہونے والے اس معجزہ کو قلم بند کر دینا ہی کافی سمجھتے ہیں کہ جس سے ایک اہل سنّت کے ۱۳ سالہ لڑکے محمد سعید حنفی کو شفا ہوئی تھی۔

یہ بچہ محمد سعید جندانی، زاہدان کے دبستان محمد علی فائق کی پانچویں کلاس کا طالب علم ہے۔ اس بچہ نے ایک مذہبی گھرانے میں آنکھیں کھولیں اور اہل تسنّن کے طور طریقہ پر تربیت پائی ہے۔ محمد سعید کی ماں اگرچہ نسب کے لحاظ سے خاندان عصمت وطہارت سے منسوب ہے لیکن وہ بھی حنفی المسلک سنی ہے۔ ایک سال آٹھ ماہ قبل یہ بچہ پھسل کر اس گڑھے میں گر پڑا تھا جس میں موٹر کار وغیرہ کی دھلائی کا گندا پانی جمع ہوتا ہے۔ اور اس کے پر بہت سے زخم

لگے تھے۔ یہ زخم تو سب بھر گئے تھے لیکن شکم میں ایک غدود بن گیا۔ پہلے یہ خیال کیا کہ یہ فتق ہے لیکن چند ماہ کے بعد ڈاکٹروں نے بتایا کہ کینسر کا غدود ہے اور اسے تہران لے جانا چاہیئے۔

بچہ کو تہران لے جاتے ہیں، ہسپتال میں ایڈمٹ کرتے ہیں۔ سرطانی غدود کے ثابت ہو جانے کے بعد اسے الوند ہسپتال منتقل کرتے ہیں اور ۱/۲ کلو غدود شکم سے نکالا جاتا ہے لیکن چند ماہ کے بعد اس کی جگہ دوسرا غدود بن گیا ڈاکٹروں سے رجوع کیا تو انہوں نے کہا کہ اتنی جلد بن جانے والے غدود کا ہم علاج نہیں کر سکتے۔

ایک شب سعید کی ماں نے خواب میں دیکھا کہ اسے یہ کہا جا رہا ہے، سعید کو مسجد جمکران لے جاؤ۔ ظاہر ہے کہ ایک سنی عورت یہ نہیں جانتی کہ مسجد جمکران کیا ہے؟ کہاں ہے؟ لیکن جب اس نے دوسروں سے اپنا خواب نقل کیا تو اسے معلوم ہوا کہ مسجد جمکران قم میں ہے۔ اس نے اپنے دوسرے بیٹے، محمد نعیم، کو ساتھ لیا اور سعید کو مسجد جمکران لے گئی۔

سعید ۱۱، جمادی الاول روز سہ شنبہ ۱۴۱۴ھ کو دن کے ۱/۲ ۱ بجے مسجد جمکران قم میں داخل ہوا۔ مسجد کے خادموں نے اس کی کیفیت دیکھ کر انھیں زائر سرائے کا کمرہ ع۸ دیدیا۔ سعید کی ماں اعمال مسجد بجالانے میں مشغول ہو گئی۔ عریضہ لکھا اسے مسجد کے کنویں میں ڈال دیا اور بڑی امید کے ساتھ حضرت بقیہ اللہ الاعظم ۔ ارواحنا فداہ ۔ سے توسل کیا۔ شب ہو گئی اور امام زمانہ کے شیدائی جوق در جوق مسجد میں پہنچنے لگے ۔ چہار شنبہ کی شب میں

دور اور نزدیک سے مسجد جمکران پہنچتے ہیں۔ اور عبادت کرنے لگتے ہیں۔ اس عاشقانہ عبادت اور عقیدتی جذبات کو دیکھ کر سعید کی ماں سے نہ رہ گیا وہ بھی تضرع و زاری میں مشغول ہو کر بقیۃ اللہ ۔۔ ارواحنا فداہ ۔۔ سے اپنے بیٹے کی شفایابی کی دعا کرنے لگی۔

جب وہ مسجد کی زائر سرائے میں آتی ہے تو دو مخلص خادم اس کے ساتھ تے ہیں وہاں عزاداری کرتے ہیں اور سب مل کر سعید کی شفایابی کی دعا کرتے ہیں۔ سعید کہتا ہے میں نے رات کے تین بجے خواب میں ایک نور کو دیکھا جو پشت دیوار سے ساطع ہو کر میری طرف آیا۔

وہ ایک انسان تھا لیکن میں نے چکا چوند کر دینے والا اس کا نور ہی دیکھا ہے جو آہستہ آہستہ مجھ سے نزدیک ہو رہا تھا۔ پہلے تو میں ڈرا لیکن پھر کوشش کر کے خود کو سنبھالا۔ تو وہ مجھ تک پہنچا اور شکم و سینہ کو چھوتا ہوا لوٹ گیا ۔ میں بیدار ہوا تو مجھے کوئی چیز محسوس نہ ہوئی۔ لہٰذا پھر سو گیا۔ صبح کو اٹھا تو اپنا عصا اٹھانا چاہا! تو محسوس ہوا کہ میرا بدن سبک ہو گیا ہے اور پہلے والا شدید درد بھی ختم ہو گیا ہے۔ اب میں اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ مجھے شفا مل گئی ہے اور وہ نور حضرت صاحب الزمان ؑ کے وجود مقدس کا تھا۔

یہ معجزہ شب چہار شنبہ ۱۲ جمادی الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۳ ر نومبر ۱۹۹۳ء رونما ہوا۔ سعید تین روز تک اپنی ماں کے ساتھ مسجد کی زائر سرائے میں رہا۔

حب کریمۂ اہل بیت علی اکبر مہدی پور نے خود سعید سے یہ معجزہ سنا ہے اور مسجد جمکران میں سعید کی ویڈیو کیسٹ موجود ہے۔

مسجد اعظم

مسجد اعظم آیت اللہ مرحوم بروجردی رضوان اللہ علیہ کے عظیم کارناموں میں سے ایک ہے۔ پہلے مسجد کی جگہ نجی گھر اور مسافر خانے بنے ہوئے تھے اور حرم معصومہؑ سے متصل ہونے کی وجہ سے ناموزوں معلوم ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ ماضی میں حرم کے نزدیک عظیم اجتماعات کے لئے کوئی خاص جگہ نہ تھی۔ اس احتیاج کا آیت اللہ بروجردیؒ کو احساس تھا۔ اس لئے انہوں نے پہلے لوگوں کے نجی گھروں اور مسافر خانوں کو خریدنے کا فیصلہ کیا اور پھر اس جگہ پر ایک عظیم مسجد کا امام رضا علیہ السلام کی ولادت کے روز ۱۱ ذی القعدہ ۱۳۷۳ھ کو اپنے ہاتھ سے سنگ بنیاد رکھا چنانچہ ایک سال کے اندر اندر مسجد کامل ہوگئی۔

یقیناً یہ مسجد ایران اور ایران والوں کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ مسجد کا محل وقوع، ایک طرف حرم معصومہؑ سے متصل ہے۔ دوسری طرف مدرسہ فیضیہ سے اور ایک طرف دریائے قم واقع ہے۔ مسجد کے اوپر گنبد اور دو بلند مینار بنے ہوئے ہیں۔ گنبد لوہے اور دیگر مصالح جات سے بنایا گیا ہے۔ مسجد اور حرم کے وسط میں آیت اللہ بروجردیؒ کی قبر ہے۔ مسجد مذکورہ کا ایک عظیم کتب خانہ ہے جس سے شائقین و محققین فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور حوزہ علمیہ کی مایہ ناز شخصیت آیات عظام زیادہ تر اسی میں درس خارج یا بڑی کتابوں کا درس دیتے ہیں اور دروس کے بعد طلبہ مباحثہ کرتے ہیں۔ سردی کے زمانہ میں ہزاروں مربع میٹر محیط صحن کے اطراف میں سورج کی دھوپ میں علمی مباحثہ میں مشغول رہتے ہیں۔

مسجد دروازۂ کاشان

یہ مسجد قم کے آخر میں واقع ہے۔ اس کے بانی مرحوم حاج میرزا عبد اللہ کپہانی ہیں۔ انہوں نے سنہ ۱۳۲۰ھ میں اس کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کے تمام اخراجات مرحوم کے وقف سے پورے ہوتے ہیں۔ مسجد کے علاوہ مدرسہ اور پیش نماز کے قیام کے لئے ایک چھوٹی سی عمارت بھی ہے۔ امیریہ اسٹریٹ تہران میں چند دوکانیں اس مسجد کے نام وقف ہیں۔ وصیت نامہ کے مطابق ہر ماہ پیش نماز اور طلبہ کو وظیفہ دیا جاتا ہے۔

مسجد رضوی

مسجد رضوی محلۂ باجک میں واقع ہے۔ قم کی بڑی مسجدوں میں سے ایک ہے۔ اس کے بانی سید محمد رضوی قمی ہیں۔ مسجد کے اخراجات پیش نماز صاحب کی کوششوں سے پورے ہوتے تھے لیکن اب حکومت اسلامی پورا کرتی ہے۔

مسجد فاطمیہ

یہ مسجد محلۂ گزرخان میں واقع ہے۔ کبھی اس کی زمین حاکم قم اعتضاد الدولہ کی ملکیت میں تھی۔ اسی کے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد (سجادیہ) ہے کہ جس میں ایام عزا میں عزاداری ہوتی تھی اور جناب فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا کی شہادت کے موقع پر قم کے دانشور واعظ مجلس پڑھتے تھے جگہ کی کمی کی وجہ سے لوگ

گلی کوچوں میں بیٹھتے تھے اور شدید سردی میں سیدۂ کونین کا غم مناتے تھے۔ جگہ کی کمی کی اطلاع بانوئے خیر اندیش، بانو ہمایون کو ملی، یہ قم کی ثروتمند خاتون تھیں، اور یہ عورت مردوں پر سبقت لے گئی اور آس پاس کی زمین خریدی اور ایسی مسجد تعمیر کی کہ مسجد اعظم کے بعد قم میں اس کی نظیر نہ تھی۔ اقامہ نماز جماعت اور مذہبی مراسم کی ادائیگی کے علاوہ اس مسجد میں بھی بڑے علما کے درس ہوتے ہیں جن میں سیکڑوں کی تعداد میں طلبہ شریک ہوتے ہیں۔ ایران کے اسلامی انقلاب کے بعد بہت سی مساجد تعمیر ہوئی ہیں جو کہ گرمی و سردی کے لوازم سے آراستہ ہیں اور پنجگانہ نماز جماعت منعقد ہوتی ہے۔ لیکن کتاب کے حجم کی بنا پر اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

حوزۂ علمیہ قم

حضرت معصومہؑ کے عنایات و الطاف سے اس مقدس شہر میں اسلامی علوم کو بہت ترقی ملی۔ اس روضۂ اقدس کے دامن معنویت میں بڑے بڑے علماء نے پرورش پائی۔ تشنگان علوم نے اس کی فضاؤں میں بکھری ہوئی علم کی خنکی سے اپنی پیاس بجھائی اور علوم آل محمدؐ کے اس سرچشمہ سے سیراب ہو کر بادلوں کی مانند دنیا کے گوشے و کنار میں پہنچ کر علوم آل محمدؐ کی تبلیغ و ترویج میں مشغول ہوئے اور معصومؑ کی حدیث "قم سے علوم آل محمدؐ کی اشاعت ہوگی" کی صداقت کو ثابت کرتے رہے۔

یوں تو اس مقدس شہر کے باشندے ہمیشہ ہی دوستدار اہل محمدؐ، علم دوست، اور رازداران اہل بیتؑ رہے ہیں اور اس مقدس سرزمین نے ایک سے ایک متقی، عارف اور عالم پیدا کئے ہیں۔ لیکن،

آیت اللہ حاج شیخ عبد الکریم حائری نے حوزۂ علمیہ کی باقاعدہ بنیاد رکھی

موصوف کی قم میں اقامت گزینی اور حوزۂ علمیہ قم کی تاسیس کی مختصر داستان یہ ہے کہ:

سنہ ۱۳۴۰ھ میں آیت اللہ حاج شیخ عبدالکریم یزدی چند مخصوص اشخاص کی معیت میں زیارت معصومہؑ سے مشرف ہونے کی غرض سے قم تشریف لائے تو آپ کی عظیم المرتبت شخصیت اور علمی تبحر کی وجہ سے حرم معصومہؑ کے خدمت گاروں اور زائرین نے یہ درخواست کی کہ آپ قم میں اقامت گزین ہو کر تدریس کا سلسلہ شروع کیجئے۔ آیت اللہ حاج عبدالکریم حائری یزدی بھی دلی طور سے قم میں اقامت گزینی پر تیار تھے۔ انہوں نے درخواست قبول کر لی اور تدریس و تعلیم کا آغاز کر دیا۔ طلبہ اس طرح ان کے گرد جمع ہو گئے، جیسے چاند کے چاروں طرف ہالہ ہوتا ہے۔ صبح کے وقت آپ مسجد (امام) بالای سر میں فقہ کا درس خارج دیتے تھے اور شب میں مدرسۂ فیضیہ یا کسی کے مکان پر اصول فقہ کا درس خارج دیتے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے علمی تبحر کی شہرت ہو گئی اور مرجع تقلید کی حیثیت سے مراجع تقلید کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔

آیت اللہ عبدالکریمؒ کے انتقال کے بعد حوزۂ علمیہ قم کی زعامت آیت اللہ العظمیٰ سید حسین بروجردی کے ہاتھوں میں آئی اور آپ ۱۶ سال تک حوزہ علمیہ قم کے مدار المہام رہے۔ تعلیمی معیار کو اتنا بلند کیا کہ، جامعۃ الازہر، مصر رقابت کرنے لگا۔ چنانچہ اسی زمانہ میں جامعہ الازہر کے چانسلر شیخ محمود شلتوت نے فقہ جعفری کے تنوع اور مبنی بر حق ہونے کے اعتراف کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ شیعہ فقہ کے مطابق عمل کرنا بھی کافی ہے۔ آپ کے زمانہ میں میونخ، ہمبرگ اور لندن کی مسجدوں کے گلدستوں سے بلند ہونے والی آواز اذان میں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی شہادت کی آواز بلند ہوئی۔ حوزہ علمیہ کی توسیع وارتقاء میں ہمہ تن کوشاں

رہے اور ایسے سیکڑوں شاگرد بنائے جو بعد میں ستاروں کی مانند چمکے اور فقہ جعفری کی وسعت و تنوع کو مزید روشن کیا۔ آپ کے انتقال کے بعد ستم شاہی اور پہلوی جبر و استبداد کی وجہ سے حوزہ علمیہ تعطل کا شکار رہا، ایک سناٹا سا چھا گیا۔ اس پُرخطر ماحول میں ظلم کے خلاف صرف علماء کی آواز بلند ہوئی۔

انقلاب اسلامی کے بعد حوزۂ علمیہ میں جو بہار آئی ہے وہ دنیا کے کسی پڑھے لکھے انسان پر مخفی نہیں ہے۔ دعا ہے کہ خداوند عالم حوزۂ علمیہ قم کو دشمنوں کی نظر بد اور تمام بلیات سے محفوظ رکھے - آمین!

یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ قم المقدسہ میں کسی مخصوص عمارت کا نام حوزۂ علمیہ نہیں بلکہ ایک نظام و نصاب تعلیم کے تحت مدارس، مساجد امام بارگاہوں اور حرم مطہر میں دروس ہوتے ہیں اور اسی مجموعہ کا نام حوزہ علمیہ ہے۔ اس نظام و نصاب کے تحت بہت سے مدارس چل رہے ہیں۔ ان میں سے بعض میں عام طلبہ کے دروس ہوتے ہیں اور بعض میں اسی مدرسہ کے دارالاقامہ (ہوسٹل) میں رہنے والے طلبہ ہی کو درس دیا جاتا ہے۔

مدرسۂ فیضیہ

اس زمانے میں مدرسہ فیضیہ کہ جہاں سے انقلاب کا سوتا پھوٹا ہے، میں عام دروس ہوتے ہیں۔ درس خارج کا سلسلہ بھی رہتا ہے۔ عمارت کے لحاظ سے انقلاب سے قبل مدرسہ مذکورہ کی حالت کوئی خاص نہ تھی لیکن ایمان و علم اور اعلائے کلمۂ توحید کا مرکز تھا۔ ان ہی کچے اور خام کمروں میں ابنائے انقلاب نے پرورش

پائی کہ جنہوں نے امام خمینیؒ کی قیادت میں ستم شاہی کا تختہ الٹ کر اسلامی جمہوریہ کا پرچم لہرایا۔ انشاء اللہ ظہور امام مہدیؑ تک یہ پرچم لہراتا رہے گا۔ اس مدرسہ کے فرزان توحید نے حوزۂ علمیہ قم اور انقلاب اسلامی کی بنیادوں کو جو استحکام بخش دیا ہے اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ چنانچہ اسلامی حکومت نے بھی اس کے حق سے چشم پوشی نہیں کی ہے بلکہ اس کے احسان کو یاد رکھا ہے چنانچہ آیت اللہ خامنہ ای مدظلہ رہبر انقلاب نے اسے زندہ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ لہذا اب جدید نہج پر اس کی تعمیر کا کام جاری ہے۔

مدرسۂ عالی دار الشفاء

فیضیہ ہی سے متصل مدرسۂ عالی دار الشفاء بھی ہے۔ جو کہ قدیم مدارس میں سے ایک ہے۔ پہلے اس کی عمارت بھی کچی تھی لیکن اسلامی جمہوریہ نے اسے از سر نو تعمیر کیا ہے اور اب حوزۂ علمیہ کے بڑے پروگرام، سیمینار وغیرہ اسی میں منعقد ہوتے ہیں۔ مدرسہ ھذا کی عمارت تین منزلہ ہے اور سرداب میں وسیع ہال بنائے گئے ہیں جن میں درس خارج اور دیگر دروس کا سلسلہ رہتا ہے اور حوزۂ علمیہ قم کا نظم و نسق برقرار رکھنے سے متعلق کمیٹی کے دفاتر بھی فیضیہ اور دار الشفاء ہی میں ہیں۔

مدرسۂ حجتیہ

جب آیت اللہ بروجردیؒ قم میں اقامت گزیں ہو گئے اور ہر طرف سے

طلبہ قم آنے لگے اور موجودہ مدرسوں میں طلبہ کے داخلہ کی گنجائش نہ رہی تو مرحوم آیت اللہ سید محمد حجت نے ۱۳۶۴ھ ق میں ناصر الدین کے بیٹے کامران میرزا کے نہر کے کنارے کا وہ دو منزلہ مکان خرید لیا کہ جس میں وہ زیارت کے زمانہ میں ٹھہرتا تھا اور حضرت فاطمہ زہراؑ بنت رسولؐ کی ولادت کے دن عظیم جشن کے ساتھ مدرسہ کا افتتاح کیا۔

طلبہ کی تعداد بڑھتی چلی گئی تو آیت اللہ سید محمد حجت نے رفتہ رفتہ اس مدرسے کے اطراف میں دو ہزار مربع میٹر زمین خریدی اور اس کے بعد چھ ہزار میٹر زمین جو حرم سے متعلق تھی ۹۹ سال کے پٹے پر لے لی چنانچہ کل آٹھ ہزار میٹر زمین ایک عظیم مدرسہ کے لئے مہیا کر لی اور خود اپنے ہاتھ سے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ بعد میں یہ مدرسہ ان ہی کے نام سے موسوم ہوا۔ اس مدرسہ میں ۶ ہوسٹل اور ۱۲۶ کمرے ہیں اور ہر ہوسٹل سے متصل ایک پارک ہے، اس مدرسہ میں ایک بڑی مسجد ہے۔ اس وقت مدرسہ میں ہر طرح کی سہولت فراہم ہے۔ چنانچہ مرکز اسلام ایران (قم) میں دینی تعلیم حاصل کرنے والے دنیا بھر کے مسلمان طلبہ کی اکثریت کو اسی مدرسہ میں جگہ دی جاتی ہے۔

مدرسہ آیت اللہ بروجردی (خان)

یہ مدرسہ حرم کے مشرق اور محلہ گذر خان میں واقع ہے۔ پہلے اس مدرسہ میں چودہ کمرے تھے اور دو منزلہ نہ تھا۔ یہ مدرسہ مدرسۂ خان کے نام سے مشہور تھا۔ ۔۔۔ میں مہدی قلی مرحوم نے بنایا تھا۔ بعد میں آیت اللہ مرحوم بروجردی

نے اس کی تجدید کی ۔ اب اس کی عمارت دو منزلہ ہے جس میں ۵۹ کمرے اور ایک مدرس ہے ۔ صحن میں ایک حوض ہے ۔ وضوخانہ مدرس سے متصل ہے ۔ سڑک کی طرف پہلے طبقہ میں دو کانیں ہیں ۔

دار القرآن کریم

مذکورہ مدرسوں کے باوجود قم میں کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا کہ جہاں ایک وقت میں متعدد سطح کے طلبہ کو مختلف اساتذہ درس دے سکیں اور طلبہ کی روز افزوں تعداد کی اس میں گنجائش ہو۔ مرحوم آیت اللہ العظمیٰ گلپایگانی رح نے اس ضرورت کا احساس کیا اور حرم سے نزدیک عظیم عمارت بنائی جس میں وافر مقدار میں کلاس روم ہیں اور ایک وقت میں مختلف سطح کے طلبہ کو متعدد اساتذہ درس دیتے ہیں اور واضح رہے کہ بعض کلاسوں میں سیکڑوں کی تعداد سے زیادہ طلبہ شرکت کرتے ہیں ۔ اس میں ایک عظیم مسجد ہے ۔ اس میں بھی خارج اور بڑی کتابوں کے پڑھانے والے اساتذہ درس دیتے ہیں ۔ اور قرآن مجید و فقہ کے موضوع پر معتدبہ مقدار میں دار القرآن نے کام کیا ہے ۔

مدرسۂ مدینۃ العلم

یہ مدرسہ مرحوم آیت اللہ العظمیٰ خوئی رح کے حکم سے بنا ہے ۔ قم کے بڑے مدرسوں میں سے ایک ہے کہ جس کے ایک ہوسٹل میں غیر شادی شدہ طلبہ اور دوسرے میں شادی شدہ طلبہ رہتے ہیں ۔ مدرسہ میں ہر قسم کی سہولتیں

فراہم ہیں۔ یہاں تک کہ ہسپتال بھی مدرسہ میں ہی واقع ہے ۔ یہ مدرسہ حرم سے دور خیابان امام خمینیؒ پر بس سٹینڈ کے قریب ہے۔

مدرسۂ مؤمنیہ

یہ مدرسہ شاہ سلطان حسین صفوی کے زمانہ میں محمد مومن نے تعمیر کرایا تھا محلہ سنگ سیاہ میں واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ مذکورہ مدرسہ کا بہت بڑا کتب خانہ تھا جو کہ حوادث زمانہ سے برباد ہوگیا۔ بعد میں آیت اللہ مرعشیؒ نے اس کی مرمت کروائی اور طلبہ کے لئے مناسب دار الاقامہ بنایا، دو سال قبل شورائے طلاب غیر ایرانی نے اپنی تحویل میں لے کر از سر نو مرمت کرائی اور غیر ایرانی طلبہ کا ہوسٹل بنادیا ہے۔ تعلیم کا بندوبست بھی اسی میں ہے اور ہر طرح کی سہولت فراہم ہے

مدرسۂ حاج صادق

حاج سید صادق مجتہد قمی کی مسجد سے متصل محلہ سلطان محمد شریف میں واقع ہے۔ انقلاب کے بعد مدرسہ کی حالت بہتر ہوگئی ہے۔ ایرانی و غیر ایرانی طلبہ کو جگہ دی جاتی ہے۔

مدرسۂ شہابیہ

مدرسہ مذکورہ جس جگہ واقع ہے سنا ہے کہ وہ مفرور شاہ کے زمانۂ حکومت میں سینما تھا جس کو اہل قم نے بم سے اڑا دیا تھا اور اس جگہ آیت اللہ

نجفی مرعشیؒ نے مدرسہ تعمیر کرادیا جو کہ ان ہی کے نام سے موسوم ہوا۔

مدرسۂ معصومیہ

مذکورہ مدرسہ ان بڑے مدرسوں میں سے ایک ہے جن میں ہر قسم کی سہولت فراہم ہے۔ یہ مدرسہ بھی اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد تعمیر کیا گیا ہے۔ بلوار امین پر مصلائے قدس — جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے — کے نزدیک ہے۔

مدرسۂ شہیدین (شہید بہشتیؒ اور شہید قدوسیؒ کے نام پر)

یہ حوزۂ علمیہ قم کے بہت بڑے مدرسوں میں سے ایک ہے، جہاں طلبہ کی پڑھائی اور رہائش وغیرہ کا خاصا انتظام ہے۔ یہ مدرسہ معلم اسٹریٹ اور شہیدین اسٹریٹ کے درمیان واقع ہے۔ یہ مدرسہ بھی انقلاب اسلامی کے بعد تعمیر ہوا ہے۔

مدرسۂ الہادی

مدرسۂ الہادی بھی ان ہی مدارس میں سے ہے جو کہ انقلاب کی کامیابی کے بعد تعمیر ہوئے ہیں۔ اس کے مؤسس آیت اللہ مشکینی ہیں۔ اس کی نئی عمارت جدید اسلوب کے تحت تعمیر کی گئی ہے۔ محل وقوع کے اعتبار سے بھی ممتاز ہے۔ مدرسۂ مذکور ہی میں آج کل مدرسۂ خاتم النبیین بھی ہے کہ جس میں غیر ایرانی طلبہ کو ہی داخلہ ملتا ہے۔ اس کی عمارت کے دوسرے حصہ میں ایرانی طلبہ بھی پڑھتے ہیں۔ اسی میں دارالاقامہ بھی ہے۔

مدرسۂ جامعۃ الزہراء ؑ

یوں تو جامعۃ الزہراء ؑ کی تاسیس کا سلسلہ ۱۳۵۵ھ ش میں شروع ہوا تھا لیکن اس زمانہ میں مدرسہ ہٰذا کی اتنی وسیع فعالیت و کارکردگی نہیں تھی۔ وسائل و امکانات محدود تھے۔ طالبات و اساتذہ بھی اسی تناسب سے لئے جاتے تھے۔ ایک گھر میں محدود تھا۔ انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد بلوار امین پر سالاریہ کے نزدیک وسیع و عریض علاقہ میں اسی نام سے مدرسہ بنایا گیا۔ اس مدرسہ میں ملکی و غیر ملکی طالبات کا شرائط کے ساتھ داخلہ لیا جاتا ہے۔ کنواری اور غیر شادی شدہ طالبات کا دار الاقامہ بھی مدرسہ ہی میں ہے۔ ایسی طالبات کا کورس پانچ سال کا ہے۔ کورس مکمل کرنے کے بعد انھیں ان کے وطن واپس بھیجدیا جاتا ہے۔ اسلامی احکام کی مراعات ہر طالبہ کے لئے ضروری ہے۔ بہت سے ممالک کی طالبات اس میں تعلیم پا رہی ہیں۔

مدرسہ مذکورہ میں قم میں تعلیم حاصل کرنے والے شادی شدہ طلبہ کی ازواج کی دینی تعلیم کا انتظام ہے۔ ان کے لئے الگ کلاس لگتے ہیں جن میں یہ روزانہ شرکت کرنے کے بعد اپنے گھر لوٹ جاتی ہیں۔

طالبات کو مضمون نویسی، ترجمہ، بحث و مباحثہ اور تبلیغ کے طور طریقے بتائے جاتے ہیں۔ تعطیلات کے زمانے میں طالبات کو تبلیغ پر بھیجا جاتا ہے۔

جامعۃ الزہراء کے تحت ایک ہائر سیکنڈری اسکول بھی چل رہا ہے جس میں اسلامی مضامین بالخصوص الٰہیات و کلام کی تعلیم دی جاتی ہے۔

قم کے نامور علماء و محدثین

اس مردم خیز سرزمین سے بہت سے علماء، محدثین، رواۃ اور فقہا ابھرے ہیں کہ جن کے حالات زندگی بڑے بڑے علمائے علم رجال کی کتابوں میں قلم بند کئے ہیں اختصار کے ساتھ ان کے حالات زندگی اور ترتیب کچھ اس طرح ہیں:

۱۔ آدم بن اسحٰق۔ علماء رجال نے انھیں موثق و عادل قرار دیا ہے۔ آپ قبرستانِ شیخان میں مدفون ہیں۔

۲۔ ابراہیم بن محمد اشعری کو نجاشی نے اپنی کتاب رجال میں اور علامہ نے خلاصہ میں اور سیّد بن طاؤس و وحید بہبہانی نے تعلیقہ رجالیہ میں انھیں موثق قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ اور حضرت رضاؑ سے روایت کرتے ہیں۔

۳۔ ابراہیم بن ہاشم ابو اسحٰق قمی، علماء رجال نے تحریر کیا ہے کہ وہ کوفی ہیں۔ بعد میں قم منتقل ہو گئے تھے۔ نیز علماء کا قول ہے کہ قم میں سب سے پہلے کوفیو ں

کی احادیث کو انہوں نے بھی پھیلایا ہے۔ کشی نے انھیں امام رضاؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور ان کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔ چنانچہ ثقۃ الاسلام کلینیؒ نے جو کہ ان کے زمانہ سے قریب ہیں اور اسی طرح کچھ دیگر علماء نے ان کی روایات پر اعتماد کیا ہے۔

۴۔ احمد بن ابی زاہر: آپ قم کے نمایاں اور مشہور علماء میں سے ہیں۔ آپ کی کچھ کتابیں بھی ہیں اور ان کی عظمت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ محمد بن یحییٰ العطار جو جلیل القدر ثقہ ہیں وہ اُن کے اصحاب میں سے ہیں۔

۵۔ احمد بن ادریس بن ابوعلی اشعری قمی: منجملہ ہمارے ثقات و فقہا میں سے ہیں۔ آپ کی بیان کردہ بہت سی صحیح الروایت احادیث ہیں اور "نوادر" آپ کی کتاب ہے کہ جس کے بارے میں علامہ اور شیخ طوسی نے فرمایا کہ یہ بہت ہی مفید کتاب ہے۔

۶۔ احمد بن اسحٰق بن عبداللہ بن سعد بن مالک بن الاحوص الاشعری ابوعلی قمی: علامہ نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ نجاشی اور علامہ دونوں نے انھیں قمیوں کا قافلہ سالار بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ حضرت امام محمد تقی اور حضرت امام علی نقیؑ سے روایت کرتے ہیں۔ نیز وہ امام حسن عسکری کے خواص میں سے ہیں، قمیوں کے شیخ ہیں۔ انہوں نے امام زمانہ سے (عہد طفلی میں) ملاقات کی ہے۔

اور ربیع الشیعہ میں مذکور ہے کہ ان کے سفیر و وکیل ہونے میں امامیہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ آپ حلوان میں مدفون ہیں۔

۷۔ احمد بن اسمٰعیل بن عبداللہ ابو علی بجلی: نجاشی کہتے ہیں یہ اہل قم میں سے عرب ہیں۔ ارباب علم وادب میں سے ہیں۔ ابو الفضل محمد بن حسین بن عمید ان ہی کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے چند کتاب بھی تصنیف کی تھیں جو کہ طبع نہیں ہوسکی ہیں۔ ان کے بارے میں کوئی قدح نظروں سے نہیں گزری ہے۔

۸۔ احمد بن حمزہ بن الیسع بن عبداللہ القمی: علامہ اور نجاشی دونوں نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے اور ان کے والد کو دونوں نے امام رضاؑ کے راویوں میں شمار کیا ہے۔ نجاشی کہتے ہیں ان کی ایک کتاب نوادر ہے ۔ حضرت قائم عجل اللہ تعالیٰ فرجہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ مختصر یہ کہ آپ امام محمد تقیؑ اور آپ کے والد امام رضاؑ کے طبقات رجال میں شامل ہیں۔

۹۔ احمد بن داؤد بن علی قمی: علامہ، نجاشی اور صاحب مشترکات نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے بلکہ شیخ نے ان کی وثاقت پر بہت زور دیا ہے اور کہا ہے آپ کی ایک کتاب "نوادر" ہے جو کہ آپ نے حسین بن عبید اللہ سے انہوں نے ابی الحسن بن محمد بن احمد بن داؤد سے اور انہوں نے اپنے والد سے جو کہ علی بن الحسین بن بابویہ کے اصحاب میں سے ہیں، نقل کی ہے۔

۱۰۔ احمد بن عبداللہ بن مصقلہ بن سعد: نجاشی اور علامہ دونوں نے آپ کی توثیق کی ہے۔ آپ اہل قم اور اشعریوں میں سے ہیں۔ آپ نے حضرت امام محمد تقیؑ سے ایک کتاب میں احادیث جمع کی ہیں۔

۱۱۔ احمد بن علی بن الحسن بن شاذان ابو العباس القاضی القمی: نجاشی اور علامہ دونوں نے انھیں شیخ، فقیہ اور عارف تحریر کیا ہے۔ نجاشی نے ان کی دو

کتابیں بھی بتائی ہیں ۱۔ زاد المسافر ۲۔ امالی

۱۲۔ شیخ علی جابسی : ان صلحاء و اتقیاء میں سے ہیں جو کہ موضع کتان قم میں مدفون ہیں۔

۱۳۔ ذکریا بن آدم بن عبد اللہ : نجاشی اور علامہ فرماتے ہیں کہ ثقہ راویوں میں جلیل القدر و عظیم الشان ہیں۔ امام رضاؑ کی نظروں میں آپ کی بڑی قدر تھی۔ علامہ نے کشی سے انہوں نے محمد بن قولویہ سے، انہوں نے سعد بن عبد اللہ سے، اور انہوں نے محمد بن حمزہ سے اور انہوں نے یحییٰ بن آدم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کی کہ میں اپنے خاندان کو چھوڑ کر ان میں جہالت زیادہ ہو گئی، قم جا رہا ہوں۔

امام نے فرمایا: اس ارادہ کو ترک کر دو کیونکہ تمہاری وجہ سے تمہارے خاندان سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔ اہل بغداد نے میرے والد حضرت موسیٰ بن جعفر سے روایت کی ہے کہ علی بن مسیب ہمدانی نے کہا: میں نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کی مجھے طویل سفر طے کر کے یہاں آنا پڑتا ہے اور ہر وقت آپ کی ملاقات سے شرفیاب نہیں ہو سکتا پس دینی مسائل میں کس سے دریافت کروں؟ امامؑ نے فرمایا: زکریا بن آدم سے کہ وہ دین و دنیا میں امین ہیں۔

علی بن مسیب نے عرض کی: ایک سال امام رضاؑ نے حج کے قصد سے مدینہ منورہ سے سفر کیا۔ زکریا بن آدم اور امامؑ ایک ہی کجاوہ میں تھے۔ کشی نے محمد بن اسحٰق اور حسن بن محمد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: زکریا بن آدم کے انتقال کے تین ماہ بعد ہم حج کے قصد سے نکلے۔ اثنائے راہ

میں امام رضاؑ کا گرامی نامہ ملا کہ جس میں مرقوم تھا: تم نے اس شخص (زکریا بن آدم) کے بارے میں ذکر کیا ہے جو کہ جوار رحمت میں پہنچ گیا ہے۔ خدا اس پر اپنی رحمت نازل کرے۔ اس دن بھی جس دن پیدا ہوا، اس روز جس روز مرا اور اس دن جس دن قبر سے زندہ اٹھایا جائے گا۔ معرفت حق کے ساتھ زندہ رہا، بہت ہی بردبار انسان تھا۔ حق و حقیقت کا دامن اس نے کبھی نہیں چھوڑا۔ وہ ہمیشہ اس چیز پر کمربستہ رہا جس کو خدا اور اس کا رسولؐ پسند فرماتے ہیں اور بغیر کسی تبدیلی کے دنیا سے سدھارا۔ خداوند عالم اس کی نیت کی جزا و عطا فرمائے۔ قبرستان شیخان میں آپ مدفون ہیں اور آپ کی قبر پر گنبد تعمیر ہے جو کہ آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔

۱۴۔ احمد بن محمد بن الحسین بن الحسن بن دول القمی کے بارے میں شیخ نجاشی لکھتے ہیں کہ ان کی سو کتابیں ہیں۔ ان میں سے فروغ فقہیہ، نص النبیؐ، فضائل امیر المومنین ہیں اور اسی طرح طہارت سے دیات تک کتابوں کا ایک سلسلہ ہے۔

۱۵۔ احمد بن محمد بن خالد بن عبد الرحمٰن بن محمد بن علی البرقی ابو جعفر، اصل کوفی ہیں۔ یوسف بن عمر ثقفی لعنۃ اللہ علیہ نے زید بن علی کو شہید کرنے کے بعد احمد بن محمد کے جد الجد کو قید کر دیا اور پھر قتل کر دیا۔ ان کے جد خالد اپنے والد کے ہمراہ کوفہ سے فرار کر کے قم کے مضافات برق میں آ گئے اور وہیں اقامت گزیں ہو گئے۔

احمد موثق ہیں لیکن چونکہ وہ ضعیف راویوں سے بھی روایت کرتے تھے اس لئے قم والوں نے ان پر تنقید کی اور احمد بن محمد بن عیسیٰ نے، جو کہ اہل قم کے شیخ تھے انہوں نے قم سے نکال دیا لیکن موصوف کے جنازہ میں احمد

بن محمد بن عیسیٰ سر و پا برہنہ شریک ہوئے۔ ابن غضائری نے ان کی اکثر روایات کو موثق قرار دیا ہے۔ وحید بہبہانی نے انھیں مسلم عادل جانا ہے۔

۱۶۔ احمد بن عبید اللہ الاشعری القمی کی نجاشی، علامہ اور صاحب مشترکات نے توثیق کی ہے۔ نجاشی کہتے ہیں کہ وہ میرے اور میرے والد کے معتمد دوست تھے میں نے ان سے بہت سی احادیث سنی ہیں لیکن چونکہ مشائخ نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس لئے میں نے ان کی احادیث سے چشم پوشی کی ہے۔ بہرحال وہ عالم وادیب تھے۔ بہترین شعر کہتے تھے۔

۱۷۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ بن عبد اللہ بن سعد بن مالک بن الاحوص بن السائب بن مالک بن عامر الاشعری قم کے مسلم فقہا اور مشائخ میں سے ایک تھے۔ ان کی کنیت ابو جعفر ہے۔ امام رضاؑ اور امام محمد تقیؑ سے انہوں نے ملاقات کی ہے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ شیخ مفید نے اپنی کتاب "ارشاد" میں خیران خادم سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: میں امام محمد تقیؑ کا دربان تھا، حزن وملال کے وقت احمد بن محمد بن عیسیٰ رات میں کئی مرتبہ احوال پرسی کے لئے آئے تھے۔ امام محمد تقیؑ کے جس پیغامبر کی میرے پاس آمدورفت تھی وہ جب میرے پاس آتا تھا تو احمد بن محمد بن عیسیٰ مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے اور پیغامبر خلوت میں مجھ سے گفتگو کرتا تھا۔

ایک شب وہ حسب عادت پیغامبر کے آتے ہی وہ اٹھ کر چل گئے لیکن پلٹ آئے اور ایسی جگہ کھڑے ہو گئے جہاں سے ہماری باتیں سن رہے تھے پیغامبر نے کہا: مولا نے آپ کو سلام کہلایا ہے اور فرمایا ہے کہ میرا وقت

آن پہنچا ہے اور میرے بعد میرا بیٹا علیؑ امام ہے۔ پیغامبر کے جانے کے بعد وہ اپنی جگہ لوٹ گئے اور پیغامبر کی باتوں کے بارے میں مجھ سے استفسار کرنے لگے، میں نے کہا: ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے ساری گفتگو سنی ہے اور اس کے بعد انہوں نے من وعن پوری گفتگو سنادی۔ میں نے کہا خداوند عالم نے اپنی کتاب میں چھپ کر کسی کی باتوں کو سننے سے منع کیا ہے۔ خیران کہتے ہیں کہ میں نے صبح کو دس کاغذوں پر مرقوم و مہر شدہ اسی پیغام کو اپنے دس اصحاب کے سپرد کیا اور کہا کہ اگر میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے تو تم میں سے ہر ایک مطالبہ سے قبل اس کاغذ کو پڑھ لینا اور تحریر کے مطابق عمل کرنا۔ پس جب میرے مولا دار فانی سے سفر کر گئے تو میں اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گیا، یہاں تک کہ مجھے یہ اطلاع ملی کہ قوم کے رئیس اور بزرگان شیعہ محمد بن فرج کے پاس امامت سے متعلق گفتگو کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس اجتماع میں شرکت کیلئے میرے پاس خط بھیجا اور لکھا کہ اگر راز فاش ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں پوری جماعت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ امید ہے کہ التماس قبول فرمائیں گے۔ خط پڑھنے کے بعد میں مرکب پر سوار ہوا اور مجمع میں پہنچا۔ گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ اکثر کو حیرت میں پایا۔ مجبوراً میں نے ان لوگوں سے کہا کہ جن کے سپرد وہ کاغذ کیا تھا۔ اس کاغذ کو نکال کر پڑھئے اور اس کے مطابق عمل کیجئے۔ جب وہ پڑھ چکے تو میں نے کہا: اسی کا آپ کے مولا نے آپ کو حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا: بہتر ہوتا کہ ایک آدمی اور آپ کی بات کی تصدیق کر دیتا تاکہ موثق وحجت ہو جاتی۔ میں نے عرض کی خدا نے تم لوگوں پر یہ لطف بھی کیا ہے کہ ابو جعفر احمد بن محمد بن

عیسٰی الاشعری اس کے شاھد ہیں، ان سے آپ لوگ پوچھ سکتے ہیں جب لوگوں نے اس سے دریافت کیا تو وہ مکر گئے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ ہم ایک دوسرے پر خدا کی لعنت کریں وہ اس سے ڈرے اور اس امر کی گواہی دی چونکہ نوبت مباہلہ تک پہنچ چکی تھی اس لئے گواہی دینے کے علاوہ چارۂ کار نہیں تھا۔ حاضرین نے اس حالت کو ملاحظہ کرنے کے بعد حضرت امام علی نقیؑ کی امامت کو قبول کیا۔ مرحوم بہبہانی کہتے ہیں کسی شخص کے بارے میں ایسی روایت کو قبول کرنے میں تامل ہے، شائد نجاشی نے ایسی ہی روایت کی بنا پر ان کی توثیق سے پہلو تہی کی ہے۔ مشائخ کو ان کی وثاقت میں کوئی تامل نہیں ہے، ان کی بات کو قبول کرتے ہیں۔

شیخ صدوقؒ فرماتے ہیں کہ احمد بن محمد بن عیسٰی نے شان و شوکت کے ساتھ عبداللہ بن الصلت سے روایت کی ہے اور اتنی زندگی پائی ہے کہ محمد بن حسن الصفار نے انھیں درک کیا ہے۔ مختصر یہ کہ ابو جعفر قمیوں کے شیخ اور ان کے عظیم فقیہ ہیں، بادشاہ قم اپنی مملکت کے امور میں انھی سے رجوع کرتا تھا۔ ان کی بہت سی کتب ہیں منجملہ ان کے کتاب التوحید، فضائل النبیؐ، ناسخ و منسوخ ہیں۔

۱۸۔ احمد بن محمد بن یحیٰی العطار۔ شیخ طوسیؒ نے تہذیب و استبصار میں ان کے طریق سے وارد ہونے والی روایات کو صحیح قرار دیا ہے کہ جس سے ان کی توثیق ہوتی ہے۔ میرزا محمد استرآبادی نے رجال کبیر میں تحریر کیا ہے کہ علامہ بلکہ تمام علماء نے انھیں موثق تسلیم کیا ہے۔ اس طرح دیگر علماء جیسے صدوق، شیخ طوسی وغیرہ نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔

۱۹۔ احمد بن الیسع بن عبد اللہ القمی ۔ ابن داؤد نے اپنی کتاب "رجال" میں ان کی توثیق کی ہے۔ صاحب منتہی المقال و صاحب رجال کبیر نے لکھا ہے کہ بظاہر یہ وہی احمد بن حمزہ بن الیسع ہیں جن کا ذکر دوسری جگہ بھی آیا ہے۔

۲۰۔ ادریس بن عبد اللہ بن سعد الاشعری: علامہ نے خلاصہ میں اور نجاشی دونوں نے ان کی توثیق کی ہے۔

۲۱۔ ادریس بن عبد اللہ القمی: اصحاب امام جعفر صادقؑ میں سے ہیں۔

۲۲۔ ادریس بن عیسیٰ الاشعری القمی: علامہ نے خلاصہ میں تحریر کیا ہے کہ انہوں نے امام رضاؑ کو درک کیا، ان سے روایت نقل کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ بھی منجملہ ثقات کے ہیں۔

۲۳۔ ادریس القمی: ان کی کنیت ابوالقاسم ہے وحید بہبہانی فرماتے ہیں احتمال یہ ہے کہ یہ ان دو اشعریوں سے ہیں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

۲۴۔ اسحٰق بن آدم بن عبد اللہ بن سعد الاشعری القمی۔ نجاشی کہتے ہیں انہوں نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے، ان کی ایک کتاب تھی جس سے ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ وحید بہبہانی نے تعلیقہ میں تحریر کیا ہے کہ یہ ذکریا بن آدم کے بھائی ہیں۔

۲۵۔ اسحٰق بن عبد اللہ بن سعد بن مالک الاشعری قم کے ثقات میں سے ایک ہیں، امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کو احمد بن اسحٰق بھی کہا جاتا ہے مشترکات میں ان کی توثیق کی گئی ہے۔

۲۶۔ اسحٰق القمی: امام محمد باقرؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ آپ کی ایک کتاب

بھی ہے ۔ شیخ طوسی نے فہرست میں تحریر کیا ہے کہ شاید سابق الذکر اور یہ ایک ہی ہیں ۔

۲۷۔ الشیخ الثقہ ابوطالب : اسحٰق بن محمد بن الحسن الحسین بن بابویہ شیخ طوسی کی فہرست میں ہے کہ شیخ منتجب الدین نے شیخ موفق ابی جعفر صدوق کے سامنے ان کی تمام تصانیف پڑھی ہیں ۔

۲۸۔ اسمٰعیل بن سعد الاحوص الاشعری القمی ، شیخ طوسی اور علامہ نے ان کی توثیق کی ہے اور انھیں امام رضاؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے صاحب مشترکات نے بھی ان کی توثیق کی ہے ۔

۲۹۔ اسمٰعیل بن آدم بن عبد اللہ بن سعد الاشعری ، علامہ نے خلاصہ میں اور نجاشی نے اپنی کتاب رجال میں قم کے موثق و مشہور علماء میں شمار کیا ہے ۔ صاحب مشترکات نے نجاشی کی مانند توثیق کے بعد تحریر کیا ہے کہ محمد بن ابی الصبان ان سے روایت کرتے ہیں لیکن شہید ثانی نے آپ کو اور اسمٰعیل بن سعد کو ایک ہی جانا ہے جبکہ ان کے بیٹے محقق نے یقین کے ساتھ ایک قرار دیا ہے ۔

۳۰۔ اسمٰعیل بن عبد اللہ البجلی القمی : احمد بن اسمٰعیل بن سمکہ ہیں ۔

۳۱۔ اسمٰعیل بن محمد : جیسا کہ فہرست شیخ طوسی میں ہے وہ قمی ہیں ان کی بھی چند کتابیں ہیں منجملہ ان کے کتاب المعرفہ ہے ۔

۳۲۔ الشیخ الثقہ ابوابراھیم بن بابویہ برادر اسحٰق بن محمد بن حسن بن حسین بن بابویہ ہیں اور جو کچھ ان کے بھائی اسحٰق کے بارے میں شیخ منتجب الدین نے لکھا ہے بالکل وہی ان کے متعلق تحریر کیا ہے ۔

۳۳۔ شیخ بابویہ بن سعد بن محمد بن الحسن بن بابویہ : شیخ منتخب الدین لکھتے ہیں کہ وہ فقیہ و صالح تھے اصول و فروع میں ان کی ایک کتاب "صراط المستقیم" ہے۔

۳۴۔ جعفر بن الحسن بن علی بن شہریار ابو محمد المومن القمی : علامہ اور نجاشی نے تحریر کیا ہے کہ وہ مشائخ قم میں سے ہیں جو کوفہ منتقل ہو گئے تھے۔ دونوں نے ان کی توثیق کی ہے۔ نجاشی لکھتے ہیں کہ انھوں نے مزار، کوفہ اور اس کی مساجد کی فضیلت میں ایک کتاب لکھی ہے اور ۳۴۰ھ میں کوفہ میں وفات پائی ہے۔

۳۵۔ جعفر بن سلیمان القمی ابو محمد : علامہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے اصحاب و ثقات میں سے ہیں۔ توثیق کے بعد نجاشی نے کہا ہے کہ وہ ہمارے قمی اصحاب میں سے ہیں اور "ثواب الاعمال" ان کی کتاب ہے۔

۳۶۔ جعفر بن عبداللہ بن الحسین بن جامع القمی۔ امام علی نقیؑ کے اصحاب میں سے تھے۔ امام زمانہؑ سے بھی خط و کتابت تھی۔

۳۷۔ جعفر بن عبد اللہ بن احمد القمی : المعروف بابن الرازی۔ حسن بن داؤد نے اپنی کتاب "رجال" میں ان کی توثیق کی ہے اور صاحب تصنیف قرار دیا ہے۔ وحید بہبہانی نے اپنی کتاب "تعلیقہ" میں تحریر کیا ہے کہ ظاہراً وہ شیخ صدوقؒ کے مشائخ میں سے ہیں اور ایک قول کے مطابق شیخ کے اجازہ ہیں اور صاحب تصنیفات ہیں۔

۳۸۔ حسن بن آبان قمی : شیخ نے فہرست میں اور علامہ نے خلاصہ میں تحریر کیا ہے کہ حسین بن سعید اہوازی امام رضاؑ امام محمد تقیؑ، اور امام علی نقیؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ اہواز سے کوچ کر کے قم آ گئے تھے۔ ان کے بارے میں

شہید ثانی فرماتے ہیں کہ: رجال کی کتابوں میں ان کا ذکر نہیں ہے لیکن ان کا حسن بن آبان کی خدمت میں پہنچنا ان کی شان وجلالت پر دلالت کرتا ہے۔

۳۹۔ السید ابوعلی الحسن بن السید عماد الدین احمد بن ابی علی الحسینی القمی: شیخ منتجب الدین کی فہرست میں ہے کہ وہ صالح و فاضل ہیں۔

۴۰۔ حسن بن الحسین بن بابویہ: شیخ منتجب الدین کے جد ہیں۔ وہ اپنی فہرست میں اپنے جد کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ اصل وہ قمی ہیں لیکن رَے میں سکونت پذیر ہوگئے تھے، حسکا ان کا لقب تھا، ثقہ اور فقیہ تھے۔

۴۱۔ شیخ ابوسعید الحسن بن عبدالعزیز بن الحسین القمی: شیخ منتجب الدین کی فہرست میں ہے کہ وہ فقیہ و صالح تھے۔

۴۲۔ حسن بن عبدالصمد بن عبداللہ الاشعری القمی: علامہ نے خلاصہ میں نجاشی اور ابن داؤد نے اپنی کتاب رجال میں تحریر کیا ہے کہ وہ ہمارے اصحاب میں شیخ و ثقہ ہیں۔ نجاشی کہتے ہیں کہ ان کے والد حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں "نوادر" ان کی کتاب ہے۔

۴۳۔ الشیخ الامام نصیر الدین ابومحمد الحسن بن علی بن بہلول القمی: شیخ منتجب الدین کی فہرست میں ہے کہ وہ واعظ، صالح اور فقیہ تھے۔

۴۴۔ حسن بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ: شیخ صدوق کے بھائی ہیں۔ بڑے زاہد و عابد اور گوشہ نشین تھے۔

۴۵۔ الشیخ الادیب فضل الدین الحسن بن ظفر القمی: شیخ منتجب الدین کی فہرست میں ہے کہ وہ علم لغت کے پیشوا تھے۔

۴۶۔ **حسن بن مالک قمی** : علامہ نے خلاصہ میں تحریر کیا ہے کہ وہ امام علی نقیؑ کے اصحاب اور ثقات میں سے ہیں بعض علماء رجال نے انھیں حسین لکھا ہے۔

۴۷۔ **شیخ الجلیل مورخ نبیل حسن بن محمد بن الحسن القمی** : تاریخ قم کے مولف فاضل نبیل میرزا عبداللہ اصفہانی لکھتے ہیں : وہ قدماء میں سے ہیں اور شیخ صدوق کے ہم عصر ہیں۔ بلکہ شیخ صدوقؒ سے بھی روایت کرتے ہیں اور معتبر ہیں۔

۴۸۔ **حسین بن ابراہیم القمی** : امل الامل میں ہے کہ فاضل وجلیل القدر اور شیخ طوسی کے مشائخ میں سے ہیں۔

۴۹۔ **حسین بن احمد بن ادریس القمی الاشعری** : کنیت ابو عبداللہ ہے۔ تلعکبری ان سے روایت کرتے ہیں۔ وحید بہبہانی لکھتے ہیں کہ ان کا مشائخ اجازہ میں سے ہونا ان کے ثقہ ہونے کو مستلزم ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ شیخ صدوقؒ نے ایک ہزار سے زائد روایات ان سے نقل کی ہیں اور جہاں بھی ان کا نام آیا ہے وہاں رحمتہ اللہ ضرور تحریر کیا ہے۔

۵۰۔ **حسین بن محمد بن عمران بن ابی بکر الاشعری القمی** : نجاشی نے ان کی کنیت ابوعبداللہ تحریر کی ہے، ثقہ ہیں "کتاب نوادر" کے مولف ہیں۔ محمد بن یعقوبؒ نے ان سے روایت کی ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ الحسین الاشعری القمی ابوعبداللہ ثقہ ہیں۔ صاحب مجالس المومنین شہید ثالثؒ فرماتے ہیں، حسین بن محمد بن عمران بن ابی بکر الاشعری القمی رئیس المحدثین محمد بن یعقوب کلینیؒ کے مشائخ میں سے ہیں۔ شیخ نجاشی نے ان کی توثیق کی ہے، ان کی تصنیفات میں سے ایک کتاب نوادر ہے۔

۵۱۔ حمزہ بن الیسع القمی : امام جعفر صادقؑ و امام موسیٰ کاظمؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ صاحب تعلیقہ فرماتے ہیں کہ احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی ان سے روایت کرتے ہیں۔

حمزہ بن یعلی الاشعری، ابو یعلی القمی۔ شیخ نجاشی فرماتے ہیں کہ آپ نے امام رضاؑ و امام محمد تقیؑ سے روایت کی ہے ثقہ ہیں۔

۵۲۔ داؤد بن کورۃ القمی : شیخ نے اپنی کتاب رجال میں تحریر کیا ہے کہ انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ کی کتاب نوادر کی باب بندی کی ہے۔ تعلیقہ میں ہے کہ رئیس المحدثین ثقۃ الاسلام کلینیؒ کے مشائخ میں سے ہیں۔

۵۳۔ ریان بن الصلت البغدادی الاشعری القمی : نجاشی نے اپنی کتب رجال میں اور علامہ نے خلاصہ میں تحریر کیا ہے کہ وہ قمی ہیں اور ان کی کنیت ابو علی ہے، حضرت امام رضاؑ سے روایت کرتے ہیں صادق و ثقہ ہیں۔ شیخ کشی نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔ تعلیقہ میں وحید بہبہانی فرماتے ہیں کہ وہ مامون رشید کے خطیب و رازدار تھے لیکن بہ باطن شیعہ تھے۔

۵۴۔ زکریا بن ادریس ابو جریر قمی : خلاصہ میں علامہ نے تحریر کیا ہے کہ وہ نمایاں شخصیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظم اور امام رضاؑ سے روایت کی ہے۔ ان کی وثاقت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ صفوان بن یحییٰ نے ان سے روایت کی ہے جو کہ غیر ثقہ سے روایت نہیں کرتے ہیں۔ شیخان کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

۵۵۔ سعد بن سعد بن الاحوص بن سعد بن مالک الاشعری القمی: علامہ نے

خلاصہ میں اور نجاشی نے اپنی کتاب رجال میں ان کی توثیق کی ہے اور لکھا ہے کہ ان کی ایک کتاب ابواب پر مشتمل ہے۔ جس میں انہوں نے امام رضا، اور امام محمد تقی سے روایت کی ہے۔ عباد بن سلیمان کہتے ہیں کہ ان کی ایک کتاب اور ہے جو ابواب پر مشتمل نہیں ہے۔ کشی فرماتے ہیں کہ ہمارے علما نے ابی طالب عبد اللہ بن الصلت سے روایت کی ہے کہ امام محمد تقی نے آپ کے حق میں دعائے خیر فرمائی ہے۔

۵۶۔ سعد بن عبد اللہ بن ابی خلف الاشعری القمی: آپ کی کنیت ابو القاسم ہے۔ آپ نے امام حسن عسکری سے ملاقات کی ہے۔ نجاشی نے تحریر کیا ہے کہ وہ فقیہ، وجیہ، شیخ ہیں، امام حسن عسکری علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔ جو کتابیں ان کی ہم تک پہنچی ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے منجملہ ان کے یہ ہیں: کتاب قم وکوفہ، کتاب فضل ابی طالب و عبد المطلب و اب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ۔ فضائل النبی، کتاب الدعا۔ کتاب الاستطاعت۔ احتجاج الشیعہ علی زید بن ثابت فی الفرائض کتاب النوادر۔ کتاب مناقب الشیعہ۔ ۳۰۱ھ میں وفات پائی، شہید ثانی فرماتے ہیں علما کے درمیان ان کے ثقہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۵۷۔ علی بن ابراھیم بن ہاشم القمی: نجاشی نے اپنی کتاب رجال اور علامہ نے خلاصہ میں تحریر کیا ہے کہ ان کی کنیت ابو الحسن ہے وہ ثقہ اور معتمد ہیں اور سماع حدیث میں ممتاز ہیں۔ ایک کتاب تصنیف کی تھی وسط عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ نجاشی نے ان کی بہت سی تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔ مشترکات میں انہیں محمد بن جبلویہ۔ محمد بن الحسن و حمزہ بن محمد علوی اور محمد بن یعقوب کلینی رضوان اللہ علیہم کے مشائخ میں شمار کیا گیا ہے قم کے قبرستان بزرگ میں آپ کی قبر ہے۔

۵۸۔ **علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی** : صدوق اول، نجاشی نے اپنی کتاب رجال میں اور علامہ نے خلاصہ میں تحریر کیا ہے کہ ان کی کنیت ابوالحسن ہے وہ اپنے زمانہ میں قم والوں کے شیخ اور فقیہ تھے۔ کہتے ہیں کہ عراق پہنچے اور وہاں شیخ جلیل ابوالقاسم بن روح جو کہ نواب اربعہ میں سے ایک ہیں، سے ملاقات کی اور کچھ مسائل کے بارے میں معلومات فراہم کی۔ اور ان سے درخواست کی کہ میرا خط امامؑ زمانہ کی خدمت میں پہنچا دیجئے۔ انہوں نے رقعہ امام زمانہؑ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ اس میں انہوں نے امام زمانہؑ سے گزارش کی تھی کہ میرے لئے دعا کر دیجئے کہ خدا مجھے بیٹا عطا کرے ـــ امام نے جواب دیا ہم نے خدا سے دعا کردی ہے انشاء اللہ عنقریب خدا تمہیں بیٹا عطا کرے گا۔ خدا نے انھیں دو بیٹے۔ ابوجعفر محمد شیخ صدوق اور ابوعبداللہ حسین عطا کئے۔ ۳۲۹ھ میں وفات پائی۔ قم کے مشہور قبرستان میں مدفون ہیں اور قبر پر ضریح و گنبد بنا ہوا ہے۔

۵۹۔ **محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران بن عبداللہ بن سعد بن مالک الاشعری القمی** آپ کی کنیت ابوجعفر ہے۔ ثقہ ہیں۔ مگر ہمارے علماء کہتے ہیں کہ وہ ضعفاء سے روایت کرتے ہیں اور مرسل حدیثوں پر اعتماد کرتے ہیں لیکن خود ہر طریقے منزہ ہیں ـــ شیخ اور علامہ نے تحریر کیا ہے کہ وہ ثقہ جلیل القدر اور بہت زیادہ روایت کرنے والے تھے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں منجملہ ان کے نوادر الحکمہ ہے۔ بہت اچھی کتاب ہے۔ قم والے اسے دبۃ شبیب کہتے تھے کیونکہ اس میں مختلف قسم کے علوم و فنون جمع تھے مشترکات میں آپکو ثقہ تسلیم کیا گیا ہے۔

۶۰۔ محمد بن قولویہ : جعفر بن محمد کے والد سعد بن عبد اللہ کے اصحاب خیار میں سے ہیں ان کے اور دوسرے محدثین کے راوی ہیں ان کی قبر باغ ملی میں واقع ہے جس پر ضریح و گنبد بنا ہوا ہے۔

۶۱۔ مولیٰ عبد الرزاق بن الحسین اللاھیجی الجیلانی ثم القمی : پائے کے فلسفی، متکلم، ادیب اور محقق تھے۔ جیسا کہ روضات الجنات میں ہے۔ مدرسۂ معصومیہ قم میں درس دیتے تھے۔ فلسفہ و کلام میں ان کی بہت سی کتابیں ہیں۔ منجملہ ان کے گوہر مراد، شرح تجرید الکلام مسمّیٰ بہ مشارق الالہام۔ شرح ھیاکل۔ رسالۂ حدوث عالم۔ اور صدر المتألہین شیرازی اور داماد کے نمایاں شاگردوں میں سے ہیں۔

۶۲۔ محمد حسین جیلانی : ان کے والد کو گیلان سے جلاوطن کیا گیا تو انہوں نے بروجرد کے قریب جابلق میں سکونت اختیار کی، محقق اعظم وہیں پیدا ہوئے۔ رشد و تمیز کو پہنچنے کے بعد علوم ادبیہ کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی جو کہ خود بے مثال ادیب تھے وہاں سے خوانسار کا سفر کیا اور میر سید حسین خوانساری مرحوم سے فقہ و اصول کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد تعلیم اعلیٰ کے لئے عراق گئے وہاں آیت اللہ محمد باقر وحید بہبہانی سے کسب علم کیا اور طلبہ کو بھی تعلیم دیتے رہے۔ وحید بہبہانی رحمہ سے اجازہ اجتہاد حاصل کیا اسی طرح دوسرے آیات عظام و علماء سے بھی اجازے لئے۔ علوم عالیہ کی تکمیل کے بعد اپنے وطن جابلق واپس آگئے۔ اصفہان کے مدرسۂ کاسہ گران میں درس دینے لگے۔ پھر قم تشریف لے آئے اور وہیں اقامت گزیں ہو گئے یہاں ان کو احترام و عظمت ملی چنانچہ فتح علی شاہ

جب بھی قم آتے تو پہلے آپ کی خدمت میں پہنچتے تھے بار ہا آپ نے بادشاہ کو عدل اختیار کرنے کی وصیت کی ۔ بادشاہ آپ کا مقلد و مخلص تھا اسی طرح ملا علی آخوند نوری اصفہانی بھی آپ کے مخلص و مقلد تھے ۔ آپ کی بہت سی کتابیں ہیں۔ ستر سال سے زیادہ عمر پائی۔ سنہ ۱۲۳۱ھ میں وفات پائی آپ کی قبر مطہر قبرستان بزرگ قم، شیخان میں ہے جس پر گنبد بنا ہوا ہے ۔

۶۳۔ میر محمد بن سید محسن رضوی : بڑے عالم تھے ۔ محقق ثانی شیخ علی کرکی سنہ ۹۲۶ میں جب قم سے ہوتے ہوئے کاشان تشریف لے گئے تھے تو آپ کو اجازہ دے گئے تھے ۔ بظاہر آپ کی قبر کوچہ حرم میں ہے جو کہ محمدیہ کے نام سے مشہور ہے ۔ آپ کے مزار کے نام بہت سی املاک تھیں جس میں سے اس وقت زیادہ تر برباد ہو چکی ہیں ۔

۶۴۔ قاضی سعید محمد بن محمد مفید القمی : بڑے فلسفی ۔ عارف فقیہ تھے۔ حکمت و عرفان میں ید طولیٰ حاصل تھا اور مذکورہ فنون میں سب پر سبقت رکھتے تھے۔ قم کے منصب قضاوت پر فائز تھے اور شاہ عباس ثانی صفوی کے نزدیک معزز و محترم تھے ۔ ملا فیض کاشانی کے شاگرد تھے ۔ ان کی تصنیفات میں سے شرح توحید صدوق ہے ۔ آپ کی قبر علی بن بابویہ کے مقبرہ کے پاس باغ ملی میں واقع ہے ۔

۶۵۔ شیخ ابو القاسم بن محمد تقی بزرگ : اپنے زمانہ کے بڑے عالم، مجتہد اور فقیہ تھے ۔ علوم ادبیات اور خوشنویسی میں کم نظیر تھے ۔ قم میں شیخ محمد حسن نادی اور ملا محمد جواد سے کسب علم کیا ۔ اس کے بعد نجف و کاظمین میں یزدی

وخراسانی کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا۔ سنہ ۱۳۵۳ھ میں وفات پائی اور مسجد بالاسر میں اس جگہ دفن ہوئے جہاں حاج شیخ عبدالکریم حائری درس دیتے تھے۔

۶۶۔ حاج شیخ عباس قمی بن محمد رضا کربلائی مرحوم: صالح و متقی تھے سنہ ۱۲۹۴ھ میں قم میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قم ہی میں حاصل کی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں نجف اشرف کا سفر کیا۔ حاج میرزا حسین نوریؒ کی خدمت میں رہ کر علم حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ سفر و حضر میں اپنے استاد کے ساتھ رہے۔ ان کے انتقال کے بعد قم لوٹ آئے۔ قم میں اقامت کے دوران تالیف و موعظ میں مشغول رہے سنہ ۱۳۳۲ھ میں مفلسی اور تنگ دستی کی بنا پر مشہد مقدس تشریف لے گئے، وہاں ثامن الحجج کی برکت سے حالات بدل گئے اور آپ نے مفید کتابوں کی تالیف کا کام شروع کیا سنہ ۱۳۵۲ھ میں پھر نجف اشرف کا سفر کیا اور وہیں اقامت گزیں ہو کر تالیف و ترویج دین میں مشغول ہو گئے۔ ۲۲، ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۹ھ میں وفات پائی اور اپنے استاد حاج نوری کے پہلو میں دفن ہوئے۔

قم کے کتب خانے

کتب خانۂ حرم مطہر

سنہ ۱۳۳۱ھ ش میں کتب خانہ حضرت معصومہؑ کی تاسیس ہوئی۔ اس زمانہ میں جناب حاج ابوالفضل حرم کے متولی تھے۔ پہلے انہوں نے ۱۵۰۰ جلد کتابیں اپنے کتب خانے سے حرم کے کتب خانہ کے نام وقف کیں۔ اس کے بعد حرم کی طرف سے ضروری کتابیں خریدی گئیں۔ آیت اللہ العظمیٰ بروجردیؒ تاحیات کتب خانہ کی حتی المقدور اعانت کرتے رہے۔ مولفین و علما بھی کتابیں اهدا کرتے رہے اور اب بحمد اللہ قم کے بڑے کتب خانوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ابتداء میں یہ کتب خانہ دوسری منزل پر صحن بزرگ جنوب کی سمت گنبد سے متصل ایک بڑے کمرہ میں تھا لیکن کتب خانہ کی کتابوں میں جب زیادہ اضافہ ہوگیا اور مطالعہ کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی تو صحن بزرگ کے شرق میں مدرسہ

فیضیہ سے متصل دو منزلہ عمارت پر منتقل کر دیا گیا۔

اس کتب خانہ میں ۲۰۰۰ قلمی نسخے، ۲۰۰۰ لاطینی کتابیں، ۴۵۰۰۰ مطبوعہ کتابیں اور ۴۰۰۰ کتابیں سنگی مطبع کی موجود ہیں۔

کتب خانہ مدرسۂ فیضیہ

سنہ ۱۳۴۹ھ میں آیت اللہ العظمٰی بروجردی رہ کے انتقال کے ۹ سال بعد مدرسۂ فیضیہ کی لائبریری کی تاسیس کی گئی۔ آیت اللہ بروجردیؒ کی قم میں اقامت گزینی سے قبل مدرسۂ فیضیہ کی لائبریری میں ۴۵۰۰ کتابیں تھیں مدتوں یہی مقدار رہی۔ مطالعہ کرنے والوں کے لئے موزوں و مناسب جگہ نہیں تھی سنہ ۱۳۲۳ میں جب آیت اللہ بروجردی قم تشریف لائے اور سرکاری طور پر حوزہ علمیہ قم کی زعامت سنبھالی تو انہوں نے فیضیہ کے کتب خانہ میں ترمیم و تبدیلی کی اور دیگر مؤلفین و علماء کی اہداء کردہ کتابوں کے علاوہ تقریباً پچاس ہزار کتابوں کا اضافہ کیا۔ کتب خانۂ مذکور میں اس وقت (سنہ ۱۴۱۶ھ ق) تک ایک لاکھ سے زائد چھپی ہوئی اور ۳۵۰۰ قلمی نسخے ہیں، روزانہ تقریباً ۵۰۰ مطالعہ کرنے والے کتب خانہ میں مطالعہ کرتے ہیں۔ فقہ و اصول، تفسیر، حدیث، فلسفہ، کلام، منطق، ریاضی، رجال، تاریخ، ہیئت، نجوم، طب، لغت اور شعر و ادب وغیرہ کی کتابیں موجود ہیں۔

مطالعہ کرنے والوں کے لئے دوسرے طبقہ پر ایک ہال ہے جس میں سکوت و انہماک کے ساتھ علماء، طلبہ اور محققین مطالعہ کرتے ہیں۔ بترتیب فن

الماریوں میں منظم طریقے سے کتابیں لگی ہوئی ہیں۔ اس کتب خانہ کے فیض سے طلبہ و علماء مستقل طور پر مستفیض ہوتے ہیں۔

کتب خانہ مسجد اعظم

آیت اللہ العظمیٰ بروجردیؒ نے مسجد اعظم کی بنیاد رکھی تو اس وقت شائقین کے لئے مسجد میں ایک بڑے کتب خانہ کی تاسیس کی فکر بھی لاحق ہوئی چنانچہ علمی و دینی محافل میں آپ نے اپنے ارادہ کا اظہار فرمایا تو لوگوں نے بڑے پرتپاک طور پر اس کا استقبال کیا، مسجد اعظم میں کتب خانہ بنایا گیا اور اس کی عمارت اسی نہج سے بنائی گئی جس پر مسجد اعظم بنی ہے۔

آیت اللہ بروجردیؒ بتدریج کتابیں جمع کرتے رہے اور ابتداء میں آپنے ۵۰۰ جلد کتابیں کتب خانہ میں رکھیں۔ بعد میں علماء اور مخیر حضرات نے کتابیں اہدا کیں اور آیت اللہ بروجردیؒ کا کتب خانہ بھی اسی کے نام وقف ہوگیا اس وقت ۱۵۰۰۰ ہزار سے زائد کتابیں ہیں۔

کتب خانہ مدرسۂ حجتیہ

اس کتب خانہ کے مؤسس آیت اللہ محمد حجت ہیں۔ ابتداء میں آپ ہی نے کچھ کتابیں اہدا کیں۔ مرور ایام کے ساتھ کتابوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا مرحوم آیت اللہ بروجردیؒ نے بھی اس کتب خانہ پر توجہ دی۔ اس وقت دس ہزار سے زائد کتابیں اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔ کتب خانہ سرداب میں ہے

ہے جہاں سکوت و انہماک کے ساتھ طلبہ و اساتذہ مطالعہ کرتے ہیں۔ مطالعہ کرنے والوں کے لئے میز، کرسی اور فرش کا انتظام ہے۔ ماضی میں یہ کتب خانہ مدرسۂ مذکورہ کے دوسرے طبقہ پر تھا۔

کتب خانہ آیت اللہ مرعشی نجفیؒ

یہ کتب خانہ دنیا کے عظیم اور بڑے کتب خانوں میں سے ایک ہے۔ اس میں تقریباً قلمی اور مطبوعہ کئی لاکھ کتابیں موجود ہیں۔ یوں تو آیت اللہ مرعشی نجفیؒ نجف اشرف میں ہی اس کتب خانہ کے لئے کتابیں جمع کر رہے تھے لیکن جب آپ ۱۹۲۴ء میں نجف سے ایران آئے تو کتب خانہ قم منتقل کر دیا گیا اور یہاں پہنچ کر کتب کی جمع آوری کے کام میں اور سنجید گی و تیزی آ گئی اور نفیس و قیمتی کتابیں فراہم ہو گئیں اور بہت سے محققین اس کتب خانہ سے استفادہ کرنے لگے۔ ابتداء میں یہ کتب خانہ مرحوم کے گھر ہی پر تھا لیکن جب کتابوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا اور گھر میں ان کی گنجائش نہ رہی تو آپ نے ۲۷۸ قلمی نسخے الٰہیات و معارف اسلامی کے کالج کو اہدا کر دیئے۔ اسی طرح بہت سی کتابیں کتب خانۂ حرم امام رضاؑ، کتب خانۂ معصومہؑ اور کتب خانہ فیضیہ کو بھی کتابیں اہدا کیں۔

۱۹۶۵ء میں مدرسہ کے دو کمروں میں کتب خانہ کی تاسیس کی لیکن مرحوم کی کوششوں سے کتابوں میں روز افزوں اضافہ کے تحت ان کمروں میں گنجائش نہ رہی اور نومبر ۱۹۶۶ء میں مدرسہ کے اوپر کتب خانہ کے لئے عمارت

بنائی گئی اور اس میں کتابیں منتقل کردی گئیں ۔ اس وقت مطبوعہ کتابیں ۱۰۲۰۰ اور دو ہزار جلدیں قلمی تھیں ۔ مطالعہ کرنے والوں کے لئے اس عمارت میں ایک ہال تھا ۔ لیکن مطالعہ کرنے والوں کی تعداد بڑھتی ہی جاتی تھی ، اس لئے یہ حال بھی کافی نہ ہو سکا ۔ اس لئے ۱۹۷۰ء میں آیت اللہ مرعشی نجفی نے اصلی کتب خانہ کا سنگ بنیاد رکھا اور چار سال کی مدت میں یہ عمارت تیار ہو گئی اور ۱۵ ر شعبان ۱۳۹۴ھ مطابق ۳ ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو بڑے اہتمام کے ساتھ مرحوم نے کتب خانہ افتتاح کیا ۔ اس وقت تقریباً ۱۶۰۰۰ کتابیں مطبوعہ اور قلمی تھیں ۔ اس کے بعد آیت اللہ مرعشی نجفیؒ نے اپنا کتب خانہ بھی اس کو اہدا کردیا اور اس دن سے تعداد میں مستقل اضافہ ہو رہا ہے ۔

۱۹۷۹ء میں کتب خانہ کے مغرب میں تقریبا ہر روز ۱۵۰۰ مطالعہ کرنے والے اس میں مطالعہ کرنے والے اس میں مطالعہ کرتے ہیں ۔ کتب خانۂ مذکورہ میں کتابوں کی حفاظت و نگہداری کے جدید وسائل موجود ہیں ۔ فہرست نویسی کا کام جاری ہے ۔ ابھی تک ۲۵ جلدیں فہرست کی طبع ہو چکی ہیں جن میں ۱۰۰۰۰ قلمی نسخوں کی نشاندہی کی گئی ہے قلمی نسخوں کی مکمل فہرست ۶۰ جلدوں پر مشتمل ہو گی ۔

فارسی ، عربی ، اردو اور ترکی میں چھپی ہوئی کتابوں کا مخزن کتب خانہ کے دو منزلہ پر تین ہال پر مشتمل ہے اور اس وقت ایک لاکھ سے زائد جلدیں موجود ہیں ۔

(دائرۃ المعارف کتابخانہ ہای جہان سے ماخوذ)

کتب خانہ دار القرآن

دار القرآن ہی کی عمارت میں ایک کتب خانہ (نیشنل لائبریری) بھی قائم کیا گیا ہے۔ اس میں دسیوں ہزار مطبوعہ اور سیکڑوں قلمی نسخے موجود ہیں، جن سے حوزۂ علمیہ کے طلبہ، اساتذہ اور دیگر محققین استفادہ کرتے ہیں۔

دار القرآن کا کمپیوٹری مرکز

اس مرکز کی قابل ذکر خدمات یہ ہیں کہ اس نے ابھی تک فقہ کی ۶۰۰ اصول فقہ کی ۱۵۰، احادیث کی ۴۰۰ سے زائد کتابوں کی کمپیوٹر ڈسکٹ تیار کی ہیں اور ہر جلد پر اوسطاً ۱۵۰ گھنٹے کام ہوا ہے۔ مرکز میں ۲۰۰ سے زائد حوزہ کے بلند پایہ علمار کام میں مشغول ہیں۔

نوٹ :

اس کتاب کی تالیف میں ہم نے زیادہ تر "کریمۂ اہل بیت" تالیف علی اکبر مہدی پور، "تاریخ قم" تالیف ناصر الشریعہ، "قم را بشناسیم" تالیف حسین کریمیان اور "قم از نظر اجتماعی و اقتصادی" تالیف ابن الرضا سے مدد لی ہے۔

انصاریان پبلیکیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷_۳۷۱۸۵
قم جمہوری اسلامی ایران
ٹیلی فون نمبر ۷۴۱۷۴۴